مراد گھٹیا اور غیر معروف لوگ ہیں۔ یعنی جو لوگوں کے قدموں تلے ہوتے تھے وہ مناصب سنبھال لیں گے۔[1]

گھٹیا لوگوں کا اوپر آنا کبھی تو ان کے اہم مناصب سنبھال لینے اور ان کے لیے ذرائع ابلاغ اور میڈیا کے پروپیگنڈے کے ذریعے سے ہوتا ہے کہ ان کے گرد ڈھولچیوں اور طبلہ نوازوں کی کثرت ہو جاتی ہے۔ جبکہ دانشور، مفکرین اور لوگوں کی خیر خواہی کرنے والوں کو نظروں سے اوجھل اور ذرائع ابلاغ پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

ہزاروں لوگ ایک فٹ بال کے کھلاڑی کے گرد جمع ہیں اور اسے کندھوں پر اٹھایا ہوا ہے

آج کل لوگوں میں شہرت وہی حاصل کرتے ہیں جو گانے بجانے، رقص وسرود اور عیاشی وفحاشی میں نمایاں ہوتے ہیں۔ جہاں تک کسی عالم، سائنسدان، قابل ڈاکٹر، انجنیئر اور ان جیسے دیگر جوہر قابل کا تعلق ہے تو یہ لوگ بالعموم گوشۂ گمنامی میں پڑے رہتے ہیں۔

قیامت کی یہ نشانی عصر حاضر میں واضح اور نمایاں ہو کر سامنے آ چکی ہے۔

لیکن ابھی تک صورت حال زیادہ خراب نہیں ہوئی۔ اب بھی بہت سے لوگ شوق سے دینی لیکچر سننے جاتے ہیں۔ اکثر مسلم ممالک میں علماء اور داعیانِ دین کی عزت بھی کی جاتی ہے۔ لوگ علمی مجالس میں شرکت کرنے اور ٹی وی چینلز کے دینی پروگرام دیکھنے کا شوق رکھتے ہیں۔ دن بدن ایسے چینلز میں اضافہ ہو رہا ہے حتی کہ دیکھا گیا ہے کہ غیر مسلم بھی دینی لیکچرز سنتے ہیں اور ان سے بہت فائدہ ہو رہا ہے۔

1 المستدرك للحاكم: 4/547، وسلسلة الأحاديث الصحيحة: 7/639، حديث: 3211.

35۔ مال کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں لاپرواہی

جب مسلمان کی پرہیزگاری کم ہو جاتی ہے تو اس کے دین میں بھی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ جب اس کے دین میں نقص واقع ہوتا ہے تو وہ شبہات والی چیزوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ مرحلہ آتا ہے کہ وہ حرام کا ارتکاب کرنے لگتا ہے حتی کہ کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ اسے اس امر کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ جو کچھ وہ کما رہا ہے اس کا ذریعہ حلال ہے یا حرام، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خبر دی تھی۔ یہ چیز موجودہ دور میں عملی طور پر واقع ہو چکی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ، أَمِنْ حَلَالٍ أَمْ مِنْ حَرَامٍ»

''لوگوں پر ضرور ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اس بات کی بالکل پروا نہیں کرے گا کہ جو مال وہ کما رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔''[1]

آج اگر آپ لوگوں کے حالات پر غور کریں تو دیکھیں گے کہ لوگوں کی اکثریت ہر طرح مال جمع کرنے کے لیے سرگرمِ عمل ہے اور انھیں اس بات کی ذرا پروا نہیں کہ یہ مال حلال ہے یا حرام ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج کے دور میں لوگ حرام کاروبار میں ملازمتیں حاصل کرنے اور حرام اشیاء کی تجارت کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتے، مثلاً: سگریٹ، شراب یا خواتین کے لیے غیر ساتر لباس کی تجارت کرنا، یا سودی کاروبار کرنا، یا ایسے کاروبار کے لیے دکان کرائے پر دینا جو حرام ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ﴾

''پاک اور حلال چیزیں کھاؤ۔''[2]

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔ ہر وہ گوشت جو سود اور حرام کمائی سے پروان چڑھتا ہے اس کے لیے جہنم کی آگ ہی زیادہ مناسب ہے۔

جو شخص پرہیز گاری سے کام لیتا اور شبہے والی چیزوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے وہ لوگوں میں ایک اجنبی شخص سمجھا جاتا ہے اور اسے ضرورت سے زیادہ محتاط ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ بلکہ اگر وہ رشوت قبول نہیں کرتا تو بعض اوقات اسے اپنے منصب یا ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑ جاتے ہیں، حالانکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

[1] صحيح البخاري، البيوع، حديث:2083. [2] المؤمنون 51:23.

«فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَ عِرْضِهِ، وَ مَنْ وَّقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَّرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوشِكُ أَنْ يُّوَاقِعَهُ»

''جو شخص شبے والی چیزوں سے بچے گا وہ اپنے دین اور آبرو کو (نقص سے) بچالے گا اور جو شبہ والی چیزوں میں پڑ گیا (وہ حرام میں مبتلا ہو گیا) اس چرواہے کی طرح جو کسی کی چراگاہ کے اردگرد اپنے جانور چراتا ہے قریب ہے کہ اس چراگاہ میں واقع ہو جائے۔''[1]

[1] صحيح البخاري، الإيمان، حديث: 52، و صحيح مسلم، المساقات، حديث: 1599،

36۔ مال فے کی من مانی تقسیم

مال فے سے مراد وہ مال ہے جسے مجاہدین قتال کے بغیر ہی حاصل کرلیں، خواہ دشمن میدان جنگ سے بھاگ گیا ہو یا اس نے شکست تسلیم کر کے ہتھیار ڈال دیے ہوں یا دشمن نے وہ مال خود مسلمانوں کے سپرد کر دیا ہو۔ ایسے مال کو اسی طرح تقسیم کیا جائے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ﴾

''بستیوں والوں کا جو مال اللہ تعالیٰ تمھارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگا دے وہ اللہ کا اور رسول کا اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے تاکہ تمھارے دولت مندوں کے ہاتھ ہی میں یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے۔'' [1]

[1] الحشر 59:7.

اللہ تعالیٰ نے اس مال کو اپنے فرمان کے مطابق تقسیم کرنے کا حکم دیا تاکہ غنی لوگ اس مال پر قابض ہو کر فقراء کو محروم نہ کردیں۔ آخری زمانے میں لوگ اللہ کی بیان کردہ تقسیم کی مخالفت کریں گے۔ مال دار اور بڑے لوگ آپس ہی میں اس مال کی بندر بانٹ کرلیں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہی بات بتلائی گئی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب مال فے کو آپس ہی میں بانٹ لیا جائے اور امانت کو بوجھ سمجھا جائے ......'' یہ حدیث تفصیل سے آگے آئے گی۔[1]

[1] دیکھیے: علامات صغریٰ نمبر:45۔

37 ۔ امانت کو مالِ غنیمت سمجھنا

اللہ تعالیٰ نے امانت کی حفاظت کرنے اور اسے صحیح سلامت اس کے مالکوں کی طرف لوٹانے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾

''اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انھیں پہنچادیا کرو۔''[1]

آخری زمانے میں یہ ہوگا کہ کچھ مال امانت کے طور پر حفاظت کے لیے ایک شخص کے حوالے کیا جائے گا مگر وہ اسے غنیمت سمجھ کر اپنی ملکیت تصور کرلے گا اور جب مالک اپنا مال واپس طلب کرے گا تو وہ اسے واپس کرنے سے انکار کردے گا۔[2]

---

[1] النسآء 4:58۔ [2] یہ علامت اور کچھ دیگر علامات حدیث میں ایک ساتھ مذکور ہیں جو علامات صغریٰ میں نمبر:45 پر آئیں گی۔

38

بیوی کی فرماں برداری اور ماں کی نافرمانی

یہ بھی علامات قیامت میں سے ہے کہ آدمی اپنی والدہ کی نافرمانی کرے گا، اپنی بیوی کو اپنے قریب رکھے گا اور اکثر وبیشتر حالات میں ماں باپ کے مقابلے میں اپنی بیوی کی فرمانبرداری کرے گا۔ یہ خرابی آج کے زمانے میں ظاہر ہو چکی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ گھر میں ماں بالعموم تنہا اور افراد خانہ سے الگ تھلگ رہتی ہے۔ اس کی اولاد کم ہی اس کی زیارت وملاقات کرتی ہے۔ جبکہ آدمی کی

بیوی اور بچے

اس کے ساتھ عزت اور آسودگی کی زندگی سے لطف اندوز ہوتے اور سیرو سیاحت میں مشغول رہتے ہیں۔

اگر ماں اور باپ اولاد کے ساتھ گھر میں اکٹھے رہتے ہوں تو ان کے لیے بالعموم وہ انتظام واہتمام دیکھنے میں نہیں آتا جو دوسروں کے لیے کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب فے کا مال آپس میں بانٹ لیا جائے، آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے، دوست کو قریب اور باپ کو دور کرے ......" مکمل حدیث آگے آئے گی۔ [1]

[1] دیکھیے علامات صغریٰ میں نمبر: 45.

39 - لوگوں کا خوش دلی سے زکاۃ ادا نہ کرنا

«وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا» ''اور جب زکاۃ کو جرمانہ سمجھا جانے لگے۔''

ایک مسلمان سے مطلوب یہ ہے کہ اس کا دل اپنے مال اور سونے چاندی وغیرہ کی زکاۃ نکالتے وقت مطمئن اور راضی ہو، اس لیے کہ یہ زکاۃ مال کو پاک کرنے اور اللہ کی قربت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ کوئی ٹیکس یا جرمانہ نہیں ہے۔

لیکن آخری زمانے میں مال کی شدید ہوس اور بخل لوگوں کے دلوں میں جمع ہو جائے گا۔ بعض مالدار اشخاص زکاۃ دیتے وقت یہ خیال کریں گے کہ یہ کوئی جرمانہ یا ٹیکس ہے جو ان سے زبردستی وصول کیا جا رہا ہے۔ ایسا شخص اس کی ادائیگی تو کردے گا مگر بوجھل دل کے ساتھ۔ یہی وجہ ہے کہ اسے نیک نیت نہ ہونے کی بنا پر کوئی ثواب نہیں ملے گا۔

40۔ غیر اللہ کے لیے علم حاصل کرنا

اصول یہ ہے کہ انسان شرعی علم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سمجھ کر سیکھے، سکھائے اور پھیلائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

«إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَ أَهْلَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرَضِينَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَ حَتَّى الْحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ»

’’بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوق حتی کہ چیونٹیاں اپنی بلوں میں اور مچھلیاں سمندر کے پانیوں میں اس شخص کے لیے دعا مانگتی ہیں جو لوگوں کو دین کی تعلیم دیتا ہے۔‘‘ [1]

[1] جامع الترمذي، العلم، حديث: 2658، وقال: حديث حسن غريب صحيح.

آخری زمانے میں بہت سے لوگ قرآن و سنت اور فقہ کا علم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہیں بلکہ نمایاں ہونے، شہرت پانے اور دیگر دنیاوی مقاصد کے لیے حاصل کریں گے، جیسا کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب مال فے کو آپس میں بانٹ لیا جائے گا اور علم غیر دینی مقاصد کے لیے حاصل کیا جائے گا......" [1]

آگے یہ حدیث مکمل طور پر آئے گی۔ [2]

1 جامع الترمذي، الفتن، حديث: 2211، وفي سنده مقال.

2 دیکھیے علامت صغریٰ نمبر: 45.

41۔ دوستوں سے قربت اور ماں باپ سے دوری

ماں باپ کی نافرمانی یہ بھی ہے کہ آدمی کی ہم نشینی، الفت اور گرمجوشی دوستوں اور ساتھیوں کے لیے ہو اور ماں باپ کو نظر انداز کر دے۔

بعض اوقات ہمارے نوجوان اپنے والد سے بڑھ کر دوستوں کے ساتھ انس و محبت دکھاتے ہیں اور ان کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا زیادہ ہوتا ہے۔ خصوصاً اس وقت جب باپ بوڑھا ہو اور وہ اولاد کے ساتھ روزمرہ کے معاملات میں روک ٹوک اور ڈانٹ ڈپٹ سے کام لے۔ مگر اس کے باوجود اولاد کے لیے اپنے والد کا حق پہچاننا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ ''اور والدین کے ساتھ احسان (حسنِ سلوک) کا رویہ اختیار کرو۔''

(بنی إسرآءیل 17:23)

42۔ مساجد میں آوازیں بلند کرنا

مساجد کے بارے میں شرعی اصول یہ ہے کہ ان میں سکون و وقار کی فضا برقرار رہے۔لیکن علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ مساجد میں آوازیں بلند کی جائیں گی اوران میں بحث وجدال کیا جائے گا۔

43۔ قبائل کی قیادت فاسقوں کے ہاتھ میں

قیادت وسیادت کے باب میں شرعی اصول یہ ہے کہ قیادت زیادہ صالح، زیادہ علم والے اور زیادہ موزوں لوگوں کے ہاتھ میں ہو۔مگرایک زمانہ آئے گا کہ قوموں کی قیادت وسیادت فساق وفجار کے ہاتھ میں آجائے گی۔اس کا سبب یہ ہوگا کہ ان برے لوگوں کے پاس مال اور تعلقات کی کثرت ہوگی یا ان کی جرأت ودلیری اور بلند حسب ونسب کے باعث قیادت ان کے ہاتھ میں آجائے گی۔

44۔ سب سے رذیل شخص قوم کا سربراہ ہوگا

قیامت کی یہ نشانی بھی سابقہ نشانی سے ملتی جلتی ہے، یعنی قوم چاہے سفر میں ہو، یا کسی اہم کام کے لیے جمع ہو، یا کسی معاملے کا فیصلہ مطلوب ہو کسی بھی حال میں قوم کی سرداری کسی نیک اور منصف مزاج شخص کے ہاتھ میں نہیں دی جائے گی۔ بلکہ جو سب سے زیادہ گھٹیا اور برا ہوگا اسی کو یہ منصب سونپا جائے گا۔

دراصل ایسی صورت حال زمانے کے بگاڑ کے باعث پیدا ہوگی یا پھر اس کا سبب یہ ہوگا کہ کمینے اور گھٹیا لوگوں کی کثرت ہوگی۔

45۔ آدمی کے شر سے بچنے کے لیے اس کی عزت کی جائے گی

ایسا اس لیے ہوگا کہ قیادت برے اور نااہل لوگوں کے ہاتھ میں ہوگی اور انھی کا معاشرے میں غلبہ ہوگا، اس لیے لوگ مجبور ہوں گے کہ وہ انھی بدترین لوگوں کی عزت کریں، انھیں نمایاں حیثیت دیں، ان کا احترام کریں اور ماتھا چومیں۔ اور یہ سب کچھ ان کے ظلم و زیادتی، ایذا رسانی اور شر سے بچنے کی وجہ سے کیا جائے گا۔

علامت نمبر 36 سے یہاں تک جن علامات کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب کی سب اس حدیث میں بیان کی گئی ہیں جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا اتُّخِذَ الْفَيْءُ دُوَلًا، وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَ تُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ، وَ أَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَ عَقَّ أُمَّهُ، وَ أَدْنٰى صَدِيقَهُ، وَ أَقْصٰى أَبَاهُ، وَ ظَهَرَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَ سَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ، وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ، وَ ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ، وَ شُرِبَتِ الْخُمُورُ، وَ لَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا، فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذٰلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ وَ زَلْزَلَةً وَ خَسْفًا وَ مَسْخًا وَ قَذْفًا وَ آيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ»

”جب مال فے کی بندر بانٹ ہونے لگے، امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے، زکاۃ کو جرمانہ خیال کیا جائے، علم غیر دینی مقاصد کے لیے حاصل کیا جائے، آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے، دوست کو قریب کرے اور باپ کو دور کرے، مساجد میں آوازیں بلند ہونے لگیں، فاسق وفاجر شخص قبیلے کا سربراہ ہو، گھٹیا ترین انسان قوم کا سردار ہو، آدمی کی عزت اس کے شر کے خوف سے کی جائے، ناچنے گانے والیاں اور آلات موسیقی عام ہو جائیں، شرابیں پی جائیں اور امت کے آخری زمانے کے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کرنے لگیں تو اس وقت لوگ سرخ ہواؤں، زلزلوں، زمین میں دھنسنے، شکلیں مسخ ہونے، پتھروں کی بارش اور ایسی نشانیوں کا انتظار کریں جو اس طرح پے در پے آئیں گی جیسے کسی پرانے ہار کے ٹوٹنے پر اس کے منکے لگا تار گرتے ہیں۔“ [1]

[1] جامع الترمذي، الفتن، حديث: 2211، وقال: حديث غريب، والحديث في إسناده رميح الجذامي، لا يُعرف، وله شاهد عن علي رضي الله عنه، في إسناده الفرج بن فضالة، وآخر عند الطبراني عن عوف بن مالك، وفيه عبد الحميد بن إبراهيم.

49-48-47-46

زنا، ریشم، شراب اور آلاتِ موسیقی کو حلال سمجھنا

ایسے واضح حرام کام جن کی حرمت سے کوئی بھی مسلمان بے خبر نہیں زنا، شراب نوشی، بیہودہ آلات موسیقی اور مردوں کے لیے ریشم کا استعمال ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ میری امت کا ایک گروہ آخری زمانے میں ان حرام چیزوں کو حلال کرلے گا اور آپ ﷺ نے اسے قربِ قیامت کی علامات میں شمار کیا ہے۔

ان محرمات کو حلال کرلینے کی دو ممکنہ صورتیں ہیں:

① ان چیزوں کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ حلال ہیں نہ کہ حرام۔

② لوگوں میں ان حرام اشیاء کا استعمال اس قدر زیادہ ہو جانا کہ کوئی بھی زبان یا دل سے انھیں برا نہ کہے۔ لوگ ان اشیاء کو بے دھڑک استعمال کریں اور ان کی حرمت کا احساس تک نہ کریں۔

حضرت ابو عامر یا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ. وَ لَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ عِنْدَ جَنْبِ عَلَمٍ يَرُوحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ، يَأْتِيهِمْ- يَعْنِي الْفَقِيرَ- لِحَاجَةٍ فَيَقُولُونَ: ارْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا، فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ وَ يَضَعُ الْعَلَمَ، وَ يَمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً وَ خَنَازِيرَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»

''میری امت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور آلات موسیقی کو حلال سمجھیں گے۔ اور کچھ لوگ اپنی بکریوں کو لے کر ستانے کے لیے ایک بلند پہاڑ کے دامن میں ٹھہریں گے۔ اسی دوران میں ان کے پاس ایک حاجت مند شخص آ کر کچھ مانگے گا۔ یہ کہیں گے: ہمارے پاس کل آنا۔ مگر رات ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب انھیں آ پکڑے گا۔ پہاڑ ان کے اوپر آ گرے گا اور (کچھ تو ہلاک ہو جائیں گے اور جو باقی بچیں گے) انھیں قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا۔'' [1]

دورِ حاضر میں متعدد مسلم ممالک کے لوگ زنا اور شراب نوشی کے معاملے میں تساہل کا شکار ہو چکے ہیں۔ زنا اور عصمت فروشی کو قانونی تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے۔ طوائفوں اور حیا باختہ عورتوں کو باقاعدہ سرکاری سطح پر اجازت نامے جاری کیے جاتے ہیں۔

1 صحيح البخاري، الأشربة، حديث: 5590.

شراب خانہ خراب کی خرید وفروخت تو دن کے اجالے میں علی الاعلان ہو رہی ہے۔کئی عربی واسلامی ممالک نے اپنی منڈیوں میں شراب کی مارکیٹنگ کا اعتراف کیا ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کو کسی دوسرے نام سے موسوم کریں گے۔ان کے سروں پر

گانے والی عورتیں آلات موسیقی کے ساتھ گیت گائیں گی۔ اللہ تعالیٰ انھیں زمین میں دھنسا دے گا اور بعض کو بندر اور خنزیر بنا دے گا۔"[1]

آج کے زمانے میں خطرناک ترین گناہ، جس نے لوگوں کی ایک عظیم اکثریت کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، موسیقی کے آلات کا بے تحاشا استعمال اور گانے سننا ہے۔ یہ گانا بجانا دل کے امراض پیدا کرنے، اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل کرنے اور قرآن مجید کے سننے اور اس سے فائدہ اٹھانے سے روکنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝﴾

[1] سنن ابن ماجه، الفتن، حديث:4020. بإسناد صححه ابن القيم.

”اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو لغو باتیں خریدتے ہیں تاکہ بے علمی سے لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔“ [1]

اہل علم نے «لهو الحديث» کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد گیت گانا اور آلات موسیقی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے گانا سننے کو زنا اور شراب نوشی کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو جائز کر لیں گے۔“

عصر حاضر میں موسیقی کی بیماری اس قدر عام ہو چکی ہے کہ اس کے لیے سپیشل ٹی وی

چینلز بنائے گئے ہیں۔ جن کا کام صرف انواع و اقسام کے گانے پیش کرنا ہے۔ جبکہ بعض دوسرے چینلز کا کام صرف یہ ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے پاپ میوزک اور عیاشی و

[1] لقمٰن 31:6.

فحاشی کے پروگرام ہی پیش کرتے رہیں۔ ان میں خبروں یا تلاوت قرآن کریم کے لیے معمولی وقفہ بھی نہیں کیا جاتا۔ یہ صورت حال قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اور نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کی صداقت کی دلیل ہے۔ ایک بندۂ مسلم کے لیے ان سے بچنا واجب ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''گانا اس طرح دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سے کھیتی اگتی ہے۔''[1]

[1] السنن الكبرٰى للبيهقي: 10/223.

50۔ لوگوں کا موت کی تمنا کرنا

نبی کریم ﷺ نے اس بات کی بھی خبر دی ہے کہ ایسا وقت آجائے گا کہ اس میں ظلم، فتنوں اور مصیبتوں کی کثرت ہوگی۔ حتی کہ ایک شخص اپنے ساتھی کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش! اس قبر میں اپنے ساتھی کے بجائے وہ مدفون ہوتا۔ کیونکہ جس قسم کی تکالیف، پریشانیوں اور مصیبتوں میں سے وہ گزر رہا ہوگا اور جس کرب والم کا اسے سامنا ہوگا وہ موت سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُولُ: يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ»

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک یہ صورت حال نہ ہو جائے کہ ایک شخص کسی کی قبر کے پاس سے گزرے گا اور آرزو کرے گا کہ کاش! اس قبر والے کی جگہ وہ خود اس قبر میں مدفون ہوتا۔“ [1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”تم پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ اگر تم میں سے کسی کو موت فروخت ہوتی مل جائے تو وہ اسے بھی خریدنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔“ [2]

یہ حدیث ان احادیث سے معارض نہیں ہے جن میں موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”تم میں سے کوئی شخص مصیبت کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے۔“ [3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کی پیش گوئی فرمائی ہے وہ آخری زمانے میں واقع ہوگی۔ وہ موت کی واضح دعا اور تمنا نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ ایک شخص کے نہاں خانۂ دل سے اٹھنے والی یہ خواہش ہوگی کہ کاش! وہ ان برائیوں اور فتنوں والے تکلیف دہ اور پریشان کن حالات سے کسی طرح چھٹکارا حاصل کرلے، چاہے یہ موت کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو۔

---

[1] صحيح البخاري، الفتن، حديث: 7115، وصحيح مسلم، الفتن، حديث: 157، بعد الحديث 2907. [2] السنن الواردة في الفتن للداني: 542/3. [3] صحيح البخاري، الدعوات، حديث:6351، و صحيح مسلم، الذكر والدعاء، حديث:2680.

یہ بھی ضروری نہیں کہ قربِ قیامت موت کی یہ تمنا ہر مسلم کے دل میں پائی جائے۔ بلکہ یہ مختلف ملکوں کے حالات و واقعات کے مطابق ہو گی۔ لوگوں کی ایمانی حالت، مصیبت پر صبر و تحمل اور برائیوں کو برداشت کرنے کی قوت ہر وقت اور ہر جگہ ایک جیسی نہیں ہوتی۔

51۔ ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی صبح کے وقت مومن ہو گا
اور شام کو کافر
نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ قرب قیامت، فتنوں اور خواہشوں کی کثرت اور اہل خیر وصلاح کی قلت کے باعث لوگوں کے حالات میں بہت تیزی سے تبدیلی، تذبذب اور اختلاف رونما ہوگا۔ حتیٰ کہ ایک شخص اگر صبح کے وقت مومن ہے تو شام کو کافر ہو جائے گا، یعنی ایک حال پر برقرار نہیں رہے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَ يُمْسِي كَافِرًا، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَ يُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا»

''اندھیری شب کے ٹکڑوں جیسے فتنوں کے سیلاب سے پہلے پہلے نیک اعمال کر لو۔ آدمی صبح کے وقت تو مومن ہوگا لیکن شام ہونے سے پہلے کافر ہو جائے گا یا شام کے وقت تو مومن ہو گا مگر صبح ہونے سے قبل کافر ہو چکا ہوگا۔ آدمی معمولی سے دنیاوی فائدے کے عوض اپنا دین فروخت کر دے گا۔''[1]

حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اس وقت سے پہلے پہلے جبکہ نیک عمل کرنا بے حد مشکل ہو جائے، نیک عمل کر لو۔ پے در پے روز افزوں فتنوں کے اس دور میں جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے اور چاندنی کا اس میں نشان تک نہیں ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتنوں کی سنگینی اور شدت کا احساس اس طرح دلایا کہ آدمی شام کے وقت مومن ہوگا اور صبح ہوتے ہوتے کافر ہو جائے گا۔ یا صبح کو مومن ہوگا اور شام ہوتے ہوتے کافر ہو جائے گا۔ یہ فتنے اس قدر عظیم اور ہولناک ہوں گے کہ انسان میں ایک ہی دن میں اتنی بڑی تبدیلی رونما ہو جائے گی۔[2]

[1] صحيح مسلم، الإيمان، حديث: 118. [2] شرح مسلم للنووي.

یہ اس زمانے کا حال ہے جس میں انسان کا دین کمزور ہوگا۔ دین کے بارے میں اسے بہت سے شبہات ہوں گے۔ دین کی قطعاً کوئی واقفیت نہ ہوگی۔ جس کی وجہ سے وہ دین کو ترک کردے گا یا کسی دنیوی مفاد اور ذاتی مصلحت کی وجہ سے دین کے بارے میں اس کے پایۂ ثبات میں لغزش پیدا ہوجائے گی۔ ہمارا موجودہ دور بھی اس حدیث کا مصداق ہے۔
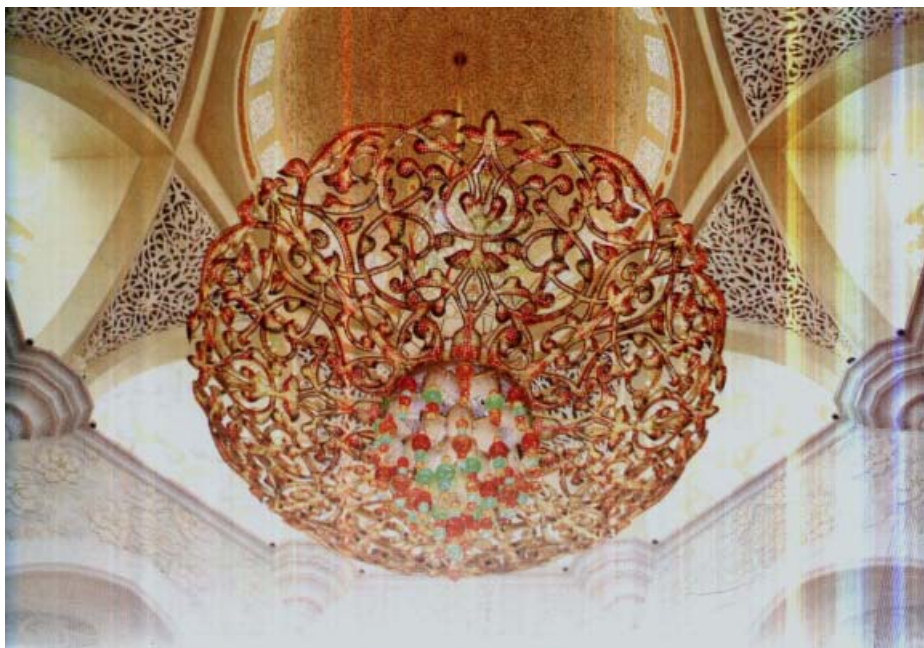
52۔ مساجد کی آرائش و زیبائش اور اس پر فخر

دراصل مساجد عبادت کے لیے بنائے گئے اللہ کے گھر ہیں۔جنھیں اہلِ اسلام اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب حاصل کرنے کی نیت سے تعمیر کرتے ہیں۔

مگر آخری زمانے میں کچھ لوگ مسجدیں بنائیں گے اور انھیں نقش ونگار سے مزین کریں گے۔ ہر شخص اپنی بنائی ہوئی مسجد کے نقش ونگار اور آرائش و زیبائش پر فخر کرے گا۔ اور بعض اوقات اسے ذرائع ابلاغ پر نشر بھی کرے گا۔ نمازیوں کے دل عبادت سے ہٹ کر ان سجاوٹوں میں لگ جائیں گے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ»

''اس وقت تک قیامت برپا نہ ہوگی جب تک لوگ مسجدوں پر فخر نہ کرنے

لگیں۔'' [1]

بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے امت کو اس امر سے خبردار کیا ہے کہ وہ کہیں ذکر و عبادت اور اطاعت الٰہی سے توجہ ہٹا کر مساجد کی عمدہ سے عمدہ تعمیر اور ان کی تزئین و آرائش میں مشغول نہ ہو جائیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَهَا الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى»

''تم بھی مساجد کی اسی طرح آرائش و زیبائش کرو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے (اپنے عبادت کدوں کی) سجاوٹ کی تھی۔'' [2]

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تشیید'' کے معنی ہیں: عمارت کو بلند اور لمبا کرنا۔ یہود و نصاری نے اس وقت اپنی عبادت گاہوں کو نقش و نگار سے مزین کرنا شروع کیا تھا جب انھوں نے اپنی کتابوں میں تحریف اور تبدیلی کر دی تھی۔'' [3]

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہود و نصاریٰ نے اپنے کنیسے اور گرجے اس وقت نقش و نگار سے سجائے جب انھوں نے آسمانی کتب میں تحریف اور تبدیلی کی، چنانچہ انھوں نے دین کو ضائع کر کے تزئین و آرائش کو اپنا مطمحِ نظر بنا لیا۔'' [4]

---

[1] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 449، وسنن النسائي، المساجد، حديث: 680، و سنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، حديث: 739 وسنده صحيح. [2] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 448، وصحيح البخاري، الصلاة، قبل الحديث: 446. [3] فتح الباري شرح صحيح البخاري: 699/1. [4] عمدة القاري شرح صحيح البخاري: 303/4.

عصر حاضر میں مساجد کے نقش ونگار کی چند شکلیں

دیواروں کو مختلف رنگوں اور نقشوں سے سجانا، پھر ان میں مختلف اشیاء کی شکلیں بنانا، رنگا رنگ قیمتی قالین بچھانا، چھتوں میں نت نئے نقوش بنانا اور چمکتی دمکتی مہنگی روشنیوں سے مساجد کو بقعۂ نور بنانا۔ یہ آرائشی اخراجات کبھی اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ اگر ہم اس سجاوٹ وآرائش اور رنگ برنگی روشنیوں کے اخراجات جمع کریں تو اس رقم سے متعدد نئی مساجد تعمیر کر سکتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ مساجد کی دیکھ بھال نہ کی جائے یا ان کا فرش اچھا نہ بنایا جائے، یا مسجد کی تعمیر میں کمزوری اور نقص رکھا جائے بلکہ جو چیز منع ہے وہ صرف یہ ہے کہ مساجد کی تزئین وآرائش میں مبالغہ اور اسراف سے کام نہ لیا جائے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جب تم مساجد کی تزئین وآرائش میں مبالغہ کرنے لگو گے اور قرآن مجید کے نسخوں پر نقش ونگار بنانے لگ جاؤ گے تو تمھاری بربادی کو کوئی نہیں روک سکے گا۔“ [1]

[1] المصاحف لابن أبي داود: 110/2، وصحيح الجامع الصغير للألباني: 162/1، حديث: 585.

53 - گھروں کی تزئین و آرائش

تعیش، اسراف اور فخر و تکبر قابل مذمت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝﴾

''اسراف نہ کرو، اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''[1]

آخری زمانے میں لوگ اپنے گھروں کی دیواروں پر بہت قیمتی اور زیب و زینت والے پردے لٹکانے میں فخر و مباہات کا اظہار کریں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَبْنِيَ النَّاسُ بُيُوتًا يُوشُونَهَا وَشْيَ الْمَرَاحِيلِ»

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک لوگ منقش و مزین چادروں جیسے گھر تعمیر نہ کرنے لگیں۔''[2]

حدیث کے معنی یہ ہیں کہ گھروں کو کپڑوں کی طرح دھاری دار اور منقش بنائیں گے۔ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ گھروں میں پردے لٹکانا یا انھیں سجانا حرام ہے۔ بلکہ حرام صرف یہ ہے کہ اس کام میں اسراف و تبذیر اور فخر و مباہات سے کام لیا جائے۔

---

[1] الأنعام 6:141. [2] الأدب المفرد للبخاري: 416/2، وسلسلة الأحاديث الصحيحة: 502/1، حديث: 279.

54۔ کثرت سے آسمانی بجلی کا گرنا

علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ لوگ آسمانی بجلی گرنے سے کثیر تعداد میں موت کا شکار ہوں گے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَكْثُرُ الصَّوَاعِقُ عِنْدَ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ حَتّٰى يَأْتِيَ الرَّجُلُ الْقَوْمَ فَيَقُولُ: مَنْ صَعِقَ قِبَلَكُمُ الْغَدَاةَ؟ فَيَقُولُونَ: صَعِقَ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ»

''قیامت کے قریب آسمانی بجلیاں کثرت سے گریں گی حتی کہ ایک شخص کسی قوم کے پاس آکر سوال کرے گا: آج تم میں سے کون کون بجلی کا شکار ہو کر فوت ہوا؟ وہ کہیں گے: فلاں اور فلاں شخص آج اس کی زد میں آکر ہلاک ہو گیا ہے۔''[1]

''صاعقة'' اس عظیم بجلی کو کہتے ہیں جو کڑک اور چمک کے ساتھ آسمان سے گرتی ہے۔ اللہ عزوجل نے قوم ثمود کو ایسی ہی آسمانی بجلی سے ہلاک کیا تھا۔ ارشاد

---

[1] مسند أحمد: 64/3، وفيه محمد بن مصعب ضعيف.

الٰہی ہے:

﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

''رہے ثمود سو ہم نے ان کی بھی رہبری کی، پھر بھی انھوں نے ہدایت پر اندھے پن کو ترجیح دی جس کی بنا پر انھیں رسوا کن عذاب آسمانی بجلی نے ان کے کرتوتوں کے باعث پکڑ لیا۔'' [1]

نیز ارشاد ہوا:

﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ﴾

''پھر اگر یہ اعراض کریں تو کہہ دیجیے کہ میں تمھیں اس کڑک (عذاب آسمانی) سے ڈراتا ہوں جو عاد اور ثمود کی کڑک جیسی ہوگی۔'' [2]

اس کڑک کی شدت اور قوت کے باعث اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر ''طاغیہ'' کے لفظ سے بھی کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ﴾

''ثمود تو طاغیہ (بے حد خوفناک آواز) سے ہلاک کر دیے گئے۔'' [3]

[1] فصلت 41: 17. [2] فصلت 41: 13. [3] الحاقة 69: 5.

55۔ کتابت کی کثرت واشاعت

پہلے زمانے میں کتابت اور کتب کی نشرواشاعت نہیں تھی۔ بلکہ لوگوں کی اکثریت لکھنے پڑھنے کی صلاحیت سے محروم تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اُس زمانے میں خبر دے دی تھی کہ قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ قلم، کتب اور کتابت کی کثرت ہو جائے گی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمَ الْخَاصَّةِ، وَ فُشُوَّ التِّجَارَةِ حَتّٰى تُعِينَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التِّجَارَةِ، وَ قَطْعَ الْأَرْحَامِ، وَ شَهَادَةَ الزُّورِ، وَ كِتْمَانَ شَهَادَةِ الْحَقِّ، وَ ظُهُورَ الْقَلَمِ»

"قیامت سے پہلے ایک ایسا وقت آئے گا کہ صرف خاص لوگوں کو سلام کہا جائے گا، تجارت بہت پھیل جائے گی حتی کہ عورت اپنے خاوند کی تجارت میں اس کی مددگار بنے گی، قطع رحمی کی جائے گی، جھوٹی گواہی دی

جائے گی، سچی شہادت چھپائی جائے گی اور قلم کا ظہور ہوگا۔'' [1]

نبی کریم ﷺ کے الفاظ ''قلم کا ظہور ہوگا'' سے شاید یہ مراد ہے کہ کتابت اور کتب کی کثرت ہو جائے گی اور وسیع پیمانے پر ان کی نشر واشاعت ہوگی۔ حتی کہ طباعت، تصویر سازی اور نشر واشاعت کے جدید وسائل کی کثرت کے باعث لوگوں کی اکثریت آسانی سے ان تک رسائی حاصل کرلے گی۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود لوگوں میں امور شریعت و دین کے بارے میں جہالت زیادہ ہوتی چلی جائے گی۔

اسی بات کی تائید اس حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَ يَظْهَرَ الْجَهْلُ، وَ يَفْشُوَ الزِّنَا، وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ، وَ يَذْهَبَ الرِّجَالُ وَ تَبْقَى النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً قَيِّمٌ وَّاحِدٌ»

''قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا، جہالت پھیل جائے گی، زنا عام ہو جائے گا، شراب پی جائے گی، مرد کم ہو جائیں گے، عورتیں زیادہ ہو جائیں گی حتی کہ پچاس عورتوں کے لیے صرف ایک نگران (مرد) ہوگا۔'' [2]

---

[1] مسند أحمد: 407/1، وحسنه الشيخ الأرنؤوط في تحقيقه على المسند. [2] صحيح البخاري، الحدود، حديث: 6808، و صحيح مسلم، العلم، حديث: 2671، واللفظ له.

56 ۔ زبان سے مال کمانا اور گفتگو پر فخر کرنا

اگر جائز طریقوں سے آدمی دنیا کا مال کمائے یا شرعی طریقوں سے دنیا حاصل کرے تو اس میں عیب والی کوئی بات نہیں۔ مال کمانے کا یہ بھی شرعی طریقہ ہے کہ آدمی بیان وکلام اور دلیل کے ذریعے سے روزی کمائے۔ جس طرح کہ وکلاء (جو حق گوئی وراستی سے کام لیتے ہیں) اور اساتذہ وغیرہ، کیونکہ ان حضرات کی روزی کا زیادہ اعتماد گفتگو پر ہی ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں جو چیز مذموم ہے وہ یہ ہے کہ انسان چرب زبانی کے ذریعے دنیا کمائے، یا تو کسی غیر مستحق شخص کی ناجائز تعریف اور خوشامد کر کے، یا پھر خرید و فروخت میں جھوٹی قسم اٹھا کر، یا غلط بیانی کر کے مال اکٹھا کرے۔ زبان کے ناجائز استعمال کے اس طرح کے جتنے بھی طریقے ہیں سب ممنوع وناجائز ہیں۔

عمر بن سعد کو اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کوئی کام تھا۔ وہ والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن اپنا مقصد بیان کرنے سے پہلے انھوں نے فصاحت وبلاغت سے لبریز کچھ ایسی خوشنما گفتگو کی جس طرح کہ لوگ اپنی مقصد برآری کے لیے کیا کرتے ہیں۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قبل ازیں ان سے ایسی شاندار گفتگو کبھی نہ سنی تھی۔ بیٹا جب اپنی بات کہہ چکا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ گویا ہوئے: جی بیٹا! تم نے اپنی بات مکمل کرلی؟ اس نے کہا: جی ہاں، مجھے جو عرض کرنا تھی، کر چکا ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب سے میں نے تمھاری یہ گفتگو سنی ہے تم اپنے مقصد سے زیادہ دور ہو گئے ہو۔ اور میں تم سے اس قدر متنفر پہلے کبھی نہ تھا جس قدر آج ہوا ہوں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی يَخْرُجَ قَوْمٌ يَأْكُلُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ كَمَا تَأْكُلُ الْبَقَرَةُ مِنَ الْأَرْضِ»

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ایک ایسی قوم ظاہر نہ ہو جائے جو اپنی زبانوں سے اس طرح کھائے گی جس طرح گائے زمین سے کھاتی ہے۔“ [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مِنِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ أَنْ تُرْفَعَ الْأَشْرَارُ وَ تُوضَعَ الْأَخْيَارُ وَ يُفْتَحَ الْقَوْلُ وَيُخْزَنَ الْعَمَلُ وَ يُقْرَءَ بِالْقَوْمِ الْمُثْنَاةُ، لَيْسَ فِيهِمْ أَحَدٌ يُنْكِرُهَا، قِيلَ: وَمَا الْمُثْنَاةُ؟ قَالَ: مَا اكْتُتِبَتْ سِوٰی كِتَابِ اللهِ»

[1] مسند أحمد: 184/1.

’’قرب قیامت برے لوگ بلند کر دیے جائیں گے۔ اچھے لوگ پست کر دیے جائیں گے۔ گفتگو کی کثرت ہو جائے گی۔ جبکہ عمل روک دیا جائے گا، یعنی عمل نہیں ہوگا اور لوگوں کو مُثَنَّاۃ پڑھائی جائے گی اور کوئی اسے برا نہیں سمجھے گا۔ پوچھا گیا: یہ ’’مثناۃ‘‘ کیا چیز ہے؟ فرمایا: جو کچھ اللہ کی کتاب کے سوا لکھا جائے۔‘‘ [1]

[1] المستدرك للحاكم: 4/544.

57۔ قرآن کے سوا دیگر کتب کی کثرت سے اشاعت

یہ بھی علامات قیامت میں سے ہے کہ لوگوں میں اللہ کی کتاب سے زیادہ ایسی غیر دینی کتب کی خریداری کا رجحان زیادہ ہو جائے جنھیں مکتبات تیار کرتے، شائع کرتے اور فروخت کرتے ہیں۔

حدیث سابق سے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ اس میں یہ الفاظ قابل توجہ ہیں: ”لوگوں کو مثناۃ پڑھائی جائے گی، پوچھا گیا: مثناۃ کیا چیز ہے؟ فرمایا: جو کچھ بھی اللہ کی کتاب کے سوا لکھا جائے۔“

58۔ قاریوں کی کثرت اور فقہاء وعلماء کی قلت

نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ قراء کی تعداد زیادہ ہو جائے گی اور علمائے شریعت کم ہو جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«سَيَأْتِي عَلٰى أُمَّتِي زَمَانٌ تَكْثُرُ فِيهِ الْقُرَّاءُ وَ تَقِلُّ الْفُقَهَاءُ وَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ وَ يَكْثُرُ الْهَرْجُ. قَالُوا: وَ مَا الْهَرْجُ؟ قَالَ: اَلْقَتْلُ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ يَأْتِي بَعْدَ ذٰلِكَ زَمَانٌ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ رِجَالٌ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِي بَعْدَ ذٰلِكَ زَمَانٌ يُجَادِلُ الْمُنَافِقُ الْكَافِرُ الْمُشْرِكُ بِاللّٰهِ الْمُؤْمِنَ بِمِثْلِ مَا يَقُولُ»

''ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں قراء کی کثرت اور فقہاء کی قلت ہوگی۔ علم اٹھالیا جائے گا اور ھرج زیادہ ہو جائے گا۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! یہ ھرج کیا چیز ہے؟ فرمایا: تمھاری باہمی خونریزی۔ پھر اس کے بعد ایک دور آئے گا جب بعض لوگ قرآن کریم کی تلاوت تو کریں گے مگر قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔ پھر ایک زمانہ آئے گا جب ایک منافق، کافر اور مشرک بھی مومن سے بحث وجدال کرے گا اور مومن کی باتوں کا ترکی بہ ترکی جواب دے گا۔''[1]

معاملہ اس وقت اور زیادہ خراب ہو جائے گا جب علماء کے دنیا سے اٹھ جانے

[1] المستدرك للحاكم: 4/457.

کے باعث علم رخصت ہو جائے گا۔ جب کوئی ربانی عالم نہ بچے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لیں گے۔ ان سے جب دینی مسائل پوچھے جائیں گے تو وہ علم کے بغیر ہی فتویٰ دے دیا کریں گے۔ اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَ أَضَلُّوا»

”اللہ تعالیٰ اچانک دنیا سے علم کو نہیں اٹھائے گا کہ یکلخت اپنے بندوں سے اسے کھینچ لے۔ بلکہ علم کو علماء کی وفات کے ذریعے سے ختم کرے گا۔ حتی کہ جب دنیا میں کوئی عالم زندہ نہیں بچے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لیں گے۔ ان سے جب دینی مسائل پوچھے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے وہ خود تو گمراہ ہوں گے ہی دوسروں کو بھی گمراہ کردیں گے۔“ [1]

سابقہ احادیث میں جو علم کے اٹھا لیے جانے کا ذکر ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ دفعتاً لوگوں کے سینوں سے علم مٹا دیا جائے گا اور علم دنیا سے ختم ہو جائے گا، بلکہ معنی یہ ہیں کہ حاملین علم آہستہ آہستہ دنیا سے چلے جائیں گے اور لوگ ان کی جگہ جاہلوں کو اپنا مفتی بنا لیں گے۔ وہ اپنی جہالت کی بنیاد پر فیصلے کریں گے۔ وہ خود بھی

[1] صحيح البخاري، العلم، حديث: 100، و صحيح مسلم، العلم، حديث: 2673.

شیخ ابن باز

شیخ ابن عثیمین

شیخ البانی

گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ پچھلے دس برس کے عرصے میں امت اسلامیہ کو متعدد ایسے اہل علم کی وفات کا صدمہ سہنا پڑا جن کا لوگوں کو دین سکھانے میں بہت نمایاں کردار تھا۔

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (رئیس کبار علماء کونسل، سعودی عرب) 1420ھ بمطابق 1999ء کو وفات پا گئے۔ اسی برس محدثِ عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی بھی 1420ھ بمطابق 1999ء کو دنیا سے رحلت فرما گئے۔ جبکہ شیخ علامہ محمد بن صالح العثیمین 1421ھ بمطابق 2000ء کو اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ ان کے علاوہ بھی اس عرصے میں بہت سے جلیل القدر علمائے کرام وفات پا گئے۔

اگر کوئی شخص آج امت اسلامیہ کے احوال پر غور کرے تو وہ دیکھ سکتا ہے کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد فی زمانہ قرآن مجید کی تلاوت خوبصورت آواز سے کرنے، اسے ترتیل اور خوش الحانی سے پڑھنے اور دل کش انداز میں قراءت کرنے میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتی نظر آتی ہے۔ لیکن علم شرعی کی طلب اور احکام دین سیکھنے میں مہارت حاصل کرنے کا سلسلہ موقوف ہوتا جا رہا ہے۔ اگر آپ ان قراء میں سے کسی سے طہارت یا سجدۂ سہو کے بارے میں کوئی مسئلہ پوچھیں تو انھیں علم سے کورا ہی پائیں گے۔

59۔ اصاغر سے علم حاصل کرنا

عہد نبوت ہی سے لوگ بڑے بڑے علماء اور فقہاء سے علم حاصل کرتے آ رہے ہیں۔ مگر ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب کم فہم، کم علم اور چھوٹے لوگ اس منصب پر قابض ہو جائیں گے۔ لوگ انھی سے فتویٰ طلب کریں گے اور وہ فتوے جاری کریں گے۔ سابقہ حدیث میں گزر چکا ہے کہ قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ قاری زیادہ ہو جائیں گے اور علماء کی قلت ہو جائے گی یہاں تک کہ چھوٹے اور جاہل لوگوں سے علم حاصل کیا جائے گا۔ وہ فتوے دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

حضرت ابو امیہ جمحی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُلْتَمَسَ الْعِلْمُ عِنْدَ الْأَصَاغِرِ»

”قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ أصاغر سے علم حاصل کیا جائے گا۔“ [1]

امام عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا: یہ أصاغر کون ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی رائے سے فتوے دیتے ہیں، یعنی وہ اپنے علم کو مضبوط نہیں کرتے نہ اپنے فتووں کی تحقیق کرتے ہیں اور نہ شرعی دلائل سے استدلال کرتے

[1] كتاب الزهد لابن المبارك 60، بسند صحيح.

ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اصاغر سے مراد اہلِ بدعت ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''لوگ اس وقت تک خیریت سے رہیں گے، جب تک ان کے پاس علم صحابۂ کرام اور کبار علماء کے ذریعے آتا رہے گا۔ لیکن جب علم چھوٹے لوگوں کے ذریعے آنا شروع ہوگا تو وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔''[1]

الحمد للہ ہمارے اس دور میں تا حال علم اور اہل علم خیریت سے ہیں۔ اگر چہ غور کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ آج ذرائع ابلاغ نے چند ایسے چھوٹے طالب علموں کو زیادہ فعال اور مشہور کر رکھا ہے جو اسلام کی عمومی معلومات رکھتے ہیں اور صرف مشہور مسائل کے بارے میں ہی علم رکھتے ہیں۔ وہ علم کے حافظ یا فقہاء نہیں ہیں۔ مگر مشہور ہو گئے ہیں اور لوگ انھی سے فتوی طلب کرتے اور علم حاصل کرتے ہیں۔ اگر ان کی جگہ کبار علماء ذرائع ابلاغ، سیٹلائٹ چینلز، ریڈیو کی نشریات اور انٹرنیٹ پر آتے تو لوگ ان جید علماء کو پہچانتے، انھیں سے فتویٰ طلب کرتے اور ان کی طرف متوجہ ہوتے۔

یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ جس طرح عمر کا زیادہ ہونا کسی شخص کے عالم ہونے کی علامت نہیں اسی طرح محض عمر چھوٹی ہونے کے باعث بھی کسی کو جاہل نہیں کہا جا سکتا۔ علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''علم بڑی عمر کا نام نہیں ہے۔''[2]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا گیا ہے:

---

[1] كتاب الزهد لابن المبارك، حديث: 815. [2] طبقات الحنابلة: 227/1

"علم کا تعلق چھوٹی یا بڑی عمر سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے وہیں علم رکھ دیتا ہے۔"[1]

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ جو لوگ معاشرے میں عالم کے طور پر مشہور ہو جائیں وہ اپنے آپ کو چھوٹے لوگوں میں سے نکال کر بڑے انسان بننے کی کوشش کریں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ مزید علم حاصل کریں، کتاب وسنت کا فہم پیدا کریں، اپنے علم کو پختہ کریں اور بڑے علمائے کرام سے رابطہ رکھیں۔
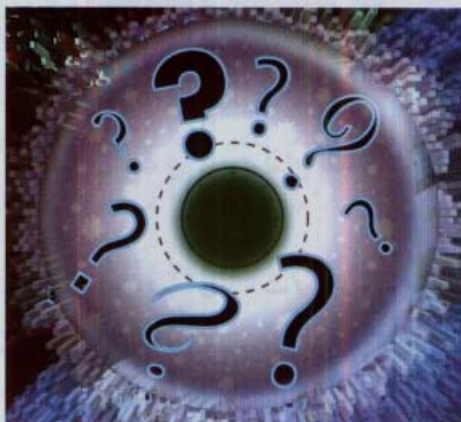
[1] المصنف لعبد الرزاق:11/440، حدیث:20946.

60۔ ناگہانی اموات کی کثرت

ہمارے اس عہد میں قیامت کی جو نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ناگہانی اموات کی کثرت ہوگئی ہے، یعنی ایسی موت جو اچانک دل کا دورہ پڑنے، خون جم جانے، گاڑی کے حادثے یا ہوائی جہاز کے گرنے سے واقع ہوتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ مِنِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ أَنْ يَظْهَرَ مَوْتُ الْفَجْأَةِ»

''علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ اچانک موت کثرت سے واقع ہوگی۔'' [1]

گزشتہ زمانے میں آدمی موت کی بعض علامات کو محسوس کرتا تھا اور کچھ عرصہ بیمار رہ کر یہ جان لیتا تھا کہ یہ مرض الموت ہے، اس طرح وہ وصیت لکھ لیتا، اپنے اہل وعیال کو الوداع کرلیتا، اولاد کو کچھ نصیحتیں کرلیتا، اپنے رب کی طرف رجوع کرکے اس سے سابقہ گناہوں کی معافی طلب کرلیتا اور کلمۂ توحید کا ورد شروع کردیتا تھا

[1] المعجم الصغير للطبراني: 261/2، حديث: 1132.

تاکہ اس کی موت اسی کلمے پر واقع ہو۔

مگر عصر حاضر میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ٹھیک ٹھاک صحت مند ہوتا ہے۔ اسے بالکل کوئی بیماری یا تکلیف نہیں ہوتی لیکن اچانک دل کے اٹیک سے، یا رگوں میں خون جم جانے سے یا اسی نوعیت کے دیگر حوادث وعوارض کے باعث ہم اس کی وفات کی خبر سن لیتے ہیں۔ ایک عقل مند انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ ہر وقت بیدار وہوشیار رہے۔ موت اور اللہ کی ملاقات کا سامنا کرنے کے لیے ہمہ وقت اللہ کا اطاعت گزار رہے۔

اِغْتَنِمْ فِي الْفَرَاغِ فَضْلَ رُكُوعِ
فَعَسٰى أَنْ يَكُونَ مَوْتُكَ بَغْتَةً
كَمْ مِنْ صَحِيحٍ رَأَيْتُ مِنْ غَيْرِ سُقْمٍ
ذَهَبَتْ نَفْسُهُ الصَّحِيحَةُ فَلْتَةً

''صحت وفراغت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے کی فرصت کو غنیمت جانو۔ عین ممکن ہے تمھاری موت اچانک واقع ہو جائے۔ میں نے کتنے ہی صحت مندوں کو دیکھا ہے کہ وہ بغیر کسی بیماری کے اچانک اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔''[1]

[1] یہ اشعار امام بخاری رحمہ اللہ کے ہیں، ملاحظہ فرمائیں: هدي الساري مقدمة فتح الباري لابن حجر العسقلاني رحمہ اللہ، ص:674. (سیف)

61۔ بے وقوفوں کی حکمرانی

عوام الناس کی اصلاح ان کے حکمرانوں کی اصلاح سے اور ان کا بگاڑ حکمرانوں کے بگاڑ سے مربوط ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ حکومت اور قیادت کم فہموں اور بے وقوفوں کے ہاتھ آ جائے گی۔ جو نہ تو کتاب وسنت سے روشنی پائیں گے اور نہ کسی کی نصیحت کو خاطر میں لائیں گے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابی حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اے کعب! اللہ تمھیں بے وقوفوں کی حکمرانی سے بچائے۔ انھوں نے عرض کی: یارسول اللہ! بے وقوفوں کی حکمرانی کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد کچھ ایسے حکمران ہوں گے جو نہ میری ہدایت سے روشنی حاصل کریں گے نہ میری سنت پر عمل کریں گے۔ جو لوگ ان کے جھوٹ کی تصدیق کریں گے اور ان کے ظلم وستم پر ان کا ساتھ دیں گے نہ وہ مجھ سے ہیں نہ میں ان سے ہوں اور نہ وہ میرے حوض پر آسکیں گے۔ لیکن جو ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کریں اور ظلم پر ان کی

اعانت نہ کریں وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ اور یہ لوگ میرے حوض (کوثر) پر بھی آئیں گے۔ اے کعب! روزہ ڈھال ہے۔ صدقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ نماز قربانی ہے۔ یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ نماز دلیل ہے۔ اے کعب! وہ گوشت جو حرام غذا سے وجود میں آیا جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اس کے لیے جہنم کی آگ ہی زیادہ مناسب ہے۔ اے کعب! لوگ گھر سے نکلتے ہیں اور اپنی جان کا سودا کرتے ہیں۔ کوئی اپنی جان کو (عذاب الٰہی سے) آزاد کرا لیتا ہے اور کوئی اسے ہلاکت و بربادی میں ڈال دیتا ہے۔ [1]

''سفیہ'' کے معنی ہیں، ایسا شخص جو کم عقل ہو اور کم تدبیر ہو، جو دوسروں کے مسائل تو کجا اپنے مسائل بھی نہ سلجھا سکتا ہو۔ ''سفاہت'' کے معنی ہیں: کم عقلی۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ہر قبیلے کی قیادت منافقین کے ہاتھ میں نہ آجائے۔'' [2]

منافقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کم ایمان، اللہ کے خوف و خشیت سے خالی، کثرت سے جھوٹ بکنے والے اور حد درجہ جاہل ہوں۔

جب لوگوں کے بادشاہ، قائدین اور حکمران ایسے ہوں گے تو ہر چیز تہہ و بالا ہو جائے گی۔ جھوٹے کی تصدیق اور سچے کی تکذیب کی جائے گی۔ امانتیں بددیانت کے سپرد کی جائیں گی اور امانت دار کو شک کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ جاہل بات

---

[1] مسند أحمد: 321/3، وصحيح ابن حبان: 372/10. [2] المعجم الكبير للطبراني: 7/10.

کرے گا اور عالم خاموش رہنے پر مجبور ہو گا۔

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک علم کو جہالت اور جہالت کو علم نہ سمجھا جانے لگے گا۔“ [1]

حقائق کی تبدیلی اور تمام امور و معاملات کے الٹ پلٹ ہو جانے کی یہ ساری صورتِ حال آخری زمانے میں رونما ہو گی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُوضَعَ الْأَخْيَارُ، وَ يُرْفَعَ الْأَشْرَارُ»

”قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اچھے لوگ پست کر دیے جائیں گے اور برے لوگ بلند کر دیے جائیں گے۔“ [2]

[1] المصنف لابن أبي شيبة: 175/15، حديث: 38584. [2] المصنف لابن أبي شيبة: 164/15، حديث: 38545، وسلسلة الأحاديث الصحيحة: 774/6 حديث: 2821.

62۔ زمانے کا قریب ہو جانا

نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ قربِ قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ زمانہ قریب ہو جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ، وَ يَنْقُصُ الْعَمَلُ، وَ تَظْهَرُ الْفِتَنُ، وَ يُلْقَى الشُّحُّ، وَ يَكْثُرُ الْهَرْجُ. قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَ مَا الْهَرْجُ؟ قَالَ: اَلْقَتْلُ الْقَتْلُ»

''زمانہ قریب ہو جائے گا۔ عمل کم ہو جائے گا۔ فتنے ظاہر ہوں گے۔ بخل وحرص کا دور دورہ ہو گا۔ ھرج بہت زیادہ ہو جائے گا۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! ھرج کیا چیز ہے؟ فرمایا: قتل وخونریزی۔''[1]

---

[1] صحيح البخاري، الفتن، حديث:7061، و صحيح مسلم، العلم، حديث: 157، بعد الحديث:2672.

زمانے کے قریب ہونے کے بارے میں علماء کے اقوال

① اس سے مراد زمانے میں برکت کا کم ہونا ہے اور وہ اس طرح کہ پہلے دور کے لوگ جو کام ایک گھنٹے میں کر لیتے تھے بعد کے دور والے وہ کام کئی گھنٹوں میں بھی نہ کرسکیں گے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ صورتِ حال ہمارے زمانے میں واقع ہو چکی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دن رات ایسی تیزی سے گزر رہے ہیں کہ پہلے زمانے میں اس طرح نہ تھا۔[1]

② اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اہل زمانہ ذرائع ابلاغ اور زمینی و فضائی سواریوں کی کثرت کے باعث ایک دوسرے سے قریب ہو جائیں گے۔

③ اس کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ زمانہ حقیقی طور پر بہت تیزی سے گزرے گا اور ایسا آخری زمانے میں ہوگا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ دنوں کو جس طرح چاہتا ہے چھوٹا بڑا اور رات دن کو جس طرح چاہتا ہے الٹ پلٹ کرتا رہتا ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري: 13/22.

ہوتی ہے جس میں دجال کے زمانے کے ایام کی طوالت کی خبر دی گئی ہے کہ ان میں سے ایک دن سال کے برابر، دوسرا مہینے کے برابر اور تیسرا ہفتے کے برابر ہو جائے گا۔ دن جس طرح لمبے ہوں گے اسی طرح چھوٹے بھی ہوں گے۔ مگر یہ علامت تا حال ظاہر نہیں ہوئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَ تَكُونَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ، وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَ تَكُونَ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ، وَ يَكُونَ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ، وَالسَّاعَةُ كَالضَّرْمَةِ بِالنَّارِ»

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک زمانہ قریب نہ ہو جائے۔ اس وقت سال ایک ماہ کے برابر ہوگا، مہینہ جمعہ کے برابر، جمعہ دن کے برابر اور دن ایک ساعت کے برابر ہوگا اور ساعت ایسے ہوگی جیسے آگ کا شعلہ لپک کر بجھ جاتا ہے۔“ [1]

④ ”تقارب زمان“ کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد انسان کی عمر کا کم ہو جانا ہے، یعنی قرب قیامت سابقہ ادوار کے برخلاف عمریں بہت مختصر ہوں گی۔

[1] جامع الترمذي، الزهد، حديث: 2332 و مسند أحمد: 538/2.

63 - کم عقل لوگ دوسروں کی ترجمانی کریں گے

ترجمانی کے سلسلے میں اصول تو یہ ہے کہ یہ ذمہ داری عقل مند، دانا اور فصیح شخص کے پاس ہو۔ لیکن قرب قیامت ایسا زمانہ آجائے گا جس میں لوگ خراب ہو جائیں گے اور ان کا ترجمان ایسا شخص ہو گا جو بے عقل اور گھٹیا آدمی ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّهَا سَتَأْتِي عَلَى النَّاسِ سِنُونَ خَدَّاعَةٌ، يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ وَ يُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَ يُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ وَ يُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ، وَ يَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ۔ قِيلَ: وَ مَا الرُّوَيْبِضَةُ؟ قَالَ: اَلسَّفِيهُ يَتَكَلَّمُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ»

"لوگوں پر کچھ دھوکہ دہی والے سال آئیں گے۔ ان میں جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا، سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا، خائن کو امانت دار خیال کیا جائے گا، امانت دار پر خائن ہونے کا شک کیا جائے گا اور لوگوں کے معاملات کے بارے میں رویبضة بات کرے گا۔ عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! رویبضة کیا ہے؟ فرمایا: بے وقوف انسان جو عام لوگوں کے

معاملات میں بات کرے۔" [1]

یہ علامت ہمارے دور میں ظاہر اور عام ہو چکی ہے کہ معاشرے کے گھٹیا لوگ بہترین لوگوں سے زیادہ معزز بنے ہوئے ہیں، چنانچہ لوگوں کے معاملات کی باگ ڈور ان گھٹیا اور کم عقل لوگوں کے ہاتھ میں آگئی ہے۔

واجب ہے کہ اہل علم و عقل اور تجربہ کار لوگوں کو آگے لایا جائے، لوگوں کے معاملات اور سیاسیات کے بارے میں انھی کو مقدم کیا جائے۔ جو شخص آج لوگوں کے حالات پر غور کرے وہ دیکھ سکتا ہے کہ لوگ اپنی خواہشوں اور مصلحتوں ہی کی طرف مائل ہوتے ہیں، خواہ اس میں ان کا دین اور ایمان ہی کیوں نہ ضائع ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے فساق وفجار کو اپنا قائد ورہنما بنا رکھا ہے۔

[1] مسند احمد: 291/2، وسلسلة الأحاديث الصحيحة: 508/4، حديث: 1887.

64۔ احمق اور جاہل سب سے زیادہ خوش حال ہونگے

علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا۔ خائن کو امانت دار خیال کیا جائے گا۔ امانت دار پر خائن ہونے کا شک کیا جائے گا۔ لوگوں کی قیادت بے وقوف انسان کریں گے اور ذمہ داریاں نااہلوں کے سپرد کردی جائیں گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكُونَ أَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ ابْنُ لُكَعٍ»

”قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ لوگوں میں امیر ترین شخص وہ نہ بن جائے جو احمق ابن احمق اور جاہل ابن جاہل ہوگا۔“ [1]

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

«يُوشِكُ أَنْ يَغْلِبَ عَلَى الدُّنْيَا لُكَعُ ابْنُ لُكَعٍ»

”قریب ہے کہ دنیا پر جاہلوں اور احمقوں کا غلبہ ہو جائے۔“ [2]

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

«لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى تَصِيرَ لِلُكَعِ ابْنِ لُكَعٍ»

”دنیا ختم نہ ہوگی جب تک یہ سب سے کمینے لوگوں کی ملکیت میں نہ چلی جائے۔“ [3]

لکع ابن لکع وہ گھٹیا شخص ہے جس کی بد خلقی کی وجہ سے کوئی بھی اس کی تعریف نہیں کرتا۔ عربوں کے نزدیک اس کے معنی ہیں برا غلام۔ لکع کے لفظ کو حماقت اور جہالت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور عربی زبان میں مرد کو لکع اور عورت کو لِکَاع کہا جاتا ہے۔

قرب قیامت ایسا شخص ہی سب سے زیادہ خوش حال ہوگا۔ اس کے پاس مال و جاہ، گاڑیاں اور وسیع وعریض رہائش گاہیں ہوں گی۔ اس کے پاس دولت کی یہ کثرت اس لیے ہوگی کہ وہ سب سے زیادہ احمق اور جاہل ہوگا اور ہر جائز و ناجائز طریقے سے مال جمع کرے گا۔ وہ لوگوں کی خواہشات کے مطابق ان سے معاملہ کرے گا، لہٰذا دنیا حاصل کرلے گا۔

---

[1] جامع الترمذي، الفتن، حديث:2209، و صححه الألباني. [2] مسند أحمد:430/5.

[3] مسند أحمد:358/2.

65۔ مساجد کو راہگزر بنا لینا

اس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی ایک طرف سے دوسری طرف جانے کے لیے مسجد کو راستے کے طور پر استعمال کرے گا۔ اس کا تعلق نماز اور مسجدوں سے نہیں ہوگا، یعنی آخر زمانے میں مساجد کو نماز سے زیادہ راستوں کے لیے استعمال کیا جائے گا۔

مساجد نماز کی بجائے ملکی اور غیر ملکی سیاحوں کے لیے سیاحتی مراکز بن جائیں گے

66-67

حق مہر اور گھوڑوں کی قیمت میں بہت زیادہ اضافہ اور پھر بہت زیادہ کمی

خارجہ بن صلت برجمی کہتے ہیں:

”میں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک ساتھ ان کے گھر سے نکلے جبکہ لوگ رکوع کی حالت میں تھے۔ ہم ذرا فاصلے ہی سے حالت رکوع میں ہو گئے اور اسی حالت میں چلتے ہوئے صف میں جا ملے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے آ کر کہا: اے ابو عبد الرحمٰن! تم پر سلام ہو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اکبر! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ ہی فرمایا تھا۔ ہم نے نماز ادا کرنے کے بعد کہا: ابو عبد الرحمٰن! کیا اس شخص کے سلام سے آپ کو پریشانی ہوئی

ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، نبی کریم ﷺ کے عہد میں یہ کہا جاتا تھا کہ علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ مساجد کو گزرگاہ بنا لیا جائے گا، آدمی صرف جان پہچان والے آدمی ہی کو سلام کہے گا، عورت اور مرد مل کر تجارت کریں گے، عورتوں کا حق مہر اور گھوڑوں کی قیمت پہلے بہت زیادہ، پھر بہت کم ہو جائیں گے اور اس کے بعد پھر کبھی نہیں بڑھیں گے۔ [1]

[1] المستدرك للحاكم: 4/524.

68۔ بازاروں کا قریب ہو جانا

نبی کریم ﷺ نے ہمارے اس زمانے کے بارے میں خبر دے دی ہے کہ اس میں مسافتیں قریب ہو جائیں گی۔ آج کل ایک مارکیٹ سے دوسری تک پہنچنا بہت آسان اور کم مدت میں ممکن ہو گیا ہے۔ آدمی تھوڑے سے وقت میں مختلف عالمی منڈیوں میں گھوم سکتا ہے اور مارکیٹ کی تیزی اور مندی کا جائزہ لے سکتا ہے۔ یہ سب اس لیے ممکن ہوا کہ اہل زمین کو تیز ترین وسائل نقل وحمل میسر ہیں۔ وہ گاڑیوں، ٹرینوں اور ہوائی جہازوں کے باعث ایک دوسرے سے قریب ہو چکے ہیں۔ اسی طرح ذرائع مواصلات: ٹیلی فون، ٹی وی چینلز اور انٹرنیٹ وغیرہ نے بھی

اس قربت میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَظْهَرَ الْفِتَنُ وَ يَكْثُرَ الْكَذِبُ وَ يَتَقَارَبَ الْأَسْوَاقُ»

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک فتنے ظاہر نہ ہو جائیں، جھوٹ زیادہ نہ ہو جائے اور بازار آپس میں قریب نہ ہو جائیں۔'' [1]

---

[1] مسند أحمد: 519/2، وسلسلة الأحاديث الصحيحة: 639/6، حديث: 2772

بازاروں کے قریب ہونے کی تین ممکنہ صورتیں:

* **پہلی صورت:** یہ ہے کہ مارکیٹوں میں نرخ کم یا زیادہ ہونے کا بہت جلد علم ہو جانا۔
* **دوسری صورت:** ایک مارکیٹ سے دوسری مارکیٹ تک جلد پہنچ جانا خواہ ان کے درمیان مسافت بہت زیادہ ہو۔
* **تیسری صورت:** یہ ہے کہ مختلف مارکیٹوں میں اشیاء کے نرخوں کا یکساں ہونا اور نرخوں کی کمی بیشی میں ایک دوسرے کی اقتدا کرنا۔ واللہ اعلم۔

امام العصر علامہ ابن باز رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور تقارب کی تشریح یوں کرتے ہیں:

''حدیث میں جس تقارب کا ذکر کیا گیا ہے اس کی مناسب ترین تشریح یہ ہے کہ عصر حاضر میں ہوائی جہازوں، گاڑیوں اور ذرائع مواصلات کے سبب شہروں اور ملکوں کا فاصلہ بہت کم ہوگیا ہے اور وہ ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے ہیں۔

69۔ اقوامِ عالم کی ملت اسلامیہ پر یلغار

قیامت کی وہ نشانیاں جو آخری زمانے میں ظاہر ہونے والی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اقوامِ عالم امت اسلامیہ پر ٹوٹ پڑیں گی لیکن اللہ تعالیٰ اس امت کی خود حفاظت فرمائے گا۔

تاریخ کی ورق گردانی کرنے والے شخص کو معلوم ہے کہ امت اسلامیہ بڑی ہولناک جنگیں لڑ چکی ہے۔ اس پر قرونِ سابقہ میں مصائب کی بارش ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر اس کی حفاظت فرمائی ہے۔ عیسائیوں نے باہم متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں کا بازار گرم کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کی مدد فرمائی اور عیسائیت کی اجتماعی قوت شکست سے دوچار ہوئی، پھر تاتاریوں نے اسلامی ممالک کو تاراج کیا مگر ان کا مکر بھی اللہ تعالیٰ نے انھی پر الٹ دیا۔ ہمارے اس موجودہ دور میں یہودی اور عیسائی باہم مل کر امت اسلامیہ کو نقصان پہنچانے کی کوششوں میں مصروف ہیں لیکن ہمیں اللہ کی بارگاہ سے بہت قوی امید ہے کہ وہ اہل اسلام کو ان کے دین کی طرف لوٹائے گا تاکہ انھیں فتح ونصرت نصیب ہو سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾

”جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا اللہ بھی اس کی ضرور مدد کرے گا۔ بے شک اللہ بڑی قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے۔“[1]

---

1 الحج 22:40.

نیز ارشاد ہوتا ہے:

﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝﴾

"اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ بے شک میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ زور آور، نہایت غالب ہے۔" [1]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلٰى قَصْعَتِهَا. فَقَالَ قَائِلٌ: مِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ، كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَ لَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَ لَيَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَ مَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ»

"قریب ہے کہ اقوام عالم تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں جس طرح بھوکے کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ کہنے والے نے کہا: اللہ کے رسول! کیا اس دن ہماری تعداد کم ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم اس دور میں کثیر تعداد میں ہو گے مگر تمھاری حیثیت خس و خاشاکِ سیلاب سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمھارے دشمن کے دلوں سے تمھاری ہیبت نکال دے گا اور تمھارے دلوں میں وہن ڈال دے گا۔ عرض کیا گیا: وہن کیا چیز ہے؟ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے کراہت۔" [2]

[1] المجادلة 58: 21. [2] سنن أبي داود، الملاحم، حديث: 4297، و مسند أحمد: 278/5 وسلسلة الأحاديث الصحيحة: 684/2، حديث: 958.

عرب ممالک جن پر مغربی استعماری قبضہ رہا

قصعة اس برتن کو کہتے ہیں جس میں کھانا ڈال کر کھایا جاتا ہے اور عہد نبوی میں اس کو عموماً لکڑی سے تیار کیا جاتا تھا۔ الغثاء اس میل کچیل اور جھاگ کو کہا جاتا ہے جو سیلاب کے پانی کے اوپر آجاتا ہے اور الوھن کی تشریح اللہ کے نبی ﷺ نے خود ہی فرمادی کہ یہ دنیا سے محبت کرنے اور موت سے نفرت کرنے کا نام ہے۔

یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی صداقت کے دلائل اور علامات قیامت میں سے ہے۔ آج اقوامِ عالم امت اسلامیہ پر اس طرح حملہ آور ہو چکی ہیں جس طرح بھوکے کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اس ذلت و رسوائی کا سبب مسلمانوں کی قلت نہیں۔ وہ کثرت میں ہیں مگر اس کے باوجود گھاس پھوس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ وہ اس جھاگ کی طرح ہیں جو سیلاب کے پانی کے اوپر

آجاتا ہے اور اس کا کوئی وزن نہیں ہوتا۔ آج امت مسلمہ کا یہی حال ہے۔ ان کی تعداد آج ایک ہزار ملین سے زیادہ ہے مگر ان کی یہ کثرت کمیت کے اعتبار سے تو ضرور ہے مگر کیفیت کے اعتبار سے ہرگز نہیں۔

آج دشمنوں کے دلوں سے مسلمانوں کا رعب نکل چکا ہے۔ اور وہ اہل اسلام کو بے وقعت سمجھ کر ان کے خلاف جنگیں برپا کرتے اور ان پر حملے کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ ایک ایسے وقت میں ہو رہا ہے جب مسلمانوں کے دلوں میں وھن ڈال دیا گیا ہے، یعنی وہ دنیا سے محبت اور موت کے خوف میں مبتلا ہیں۔

70۔ لوگوں کا نماز کی امامت کرانے سے گریز

قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ لوگوں میں جہالت بہت زیادہ پھیل جائے گی حتی کہ لوگوں کو نماز کی امامت کے لیے کوئی امام نہیں ملے گا۔ایک دوسرے کو امامت کے لیے آگے دھکیلیں گے کیونکہ وہ خود احکام شریعت سے جاہل ہوں گے اور قرآن مجید کی تلاوت بھی ٹھیک طریقے سے نہیں کر سکتے ہوں گے۔

سیدہ سَلَامَۃ بنت حُر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَدَافَعَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا يَجِدُونَ إِمَامًا يُصَلِّي بِهِمْ»

''علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ مسجد کے نمازی امامت کے لیے ایک دوسرے کو آگے دھکیلیں گے اور اپنے درمیان کوئی ایسا شخص نہ پائیں

گے جوان کی امامت کرائے۔“ [1]

یہ زمانہ تو شاید ابھی تک نہیں آیا، وللہ الحمد۔ علم اور علماء کے حلقے ہر جگہ موجود ہیں اور مساجد علماء، طلبۂ علم اور اچھے اچھے قاریوں سے بھری ہوئی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا:

«يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَجْتَمِعُونَ فِيهِ وَ يُصَلُّونَ فِي الْمَسَاجِدِ وَ لَيْسَ فِيهِمْ مُؤْمِنٌ»

”لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ وہ جمع ہوں گے اور مسجدوں میں نمازیں بھی پڑھیں گے لیکن ان میں ایک بھی (کامل اور حقیقی) مومن نہیں ہوگا۔“ [2]

[1] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 581.

[2] اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا اور کہا ہے کہ یہ صحیح الاسناد اور امام بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے لیکن انھوں نے اسے بیان نہیں کیا۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی تلخیص میں امام حاکم کی تائید کی ہے۔ یاد رہے یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس طرح کی بات رائے سے نہیں کی جاسکتی۔ اس طرح کی بات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی کہی جاسکتی ہے۔

71۔ مومن کے خواب کا سچا ہونا

حالت خواب میں انسان جو کچھ دیکھتا ہے اس کے کچھ معانی اور احکام ہوتے ہیں۔ بعض خواب تو بالکل طلوع صبح کی مانند سچے ہوتے ہیں۔ بعض جھوٹے بھی ہوتے ہیں۔ اور بعض خواب محض پریشان خیالی اور حدیث نفس پر مبنی ہوتے ہیں جن کی کوئی خاص تعبیر نہیں ہوتی۔ نبی کریم ﷺ نے خوابوں کے بارے میں بعض ایسی خبریں دی ہیں جو علامات قیامت اور اس کے آثار سے تعلق رکھتی ہیں۔

سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَبْقَى بَعْدِي مِنَ النُّبُوَّةِ شَيْءٌ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ، قَالُوا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الرَّجُلُ أَوْ تُرٰى لَهُ»

''میرے بعد نبوت سے کوئی چیز باقی نہ رہے گی سوائے ''مبشرات'' کے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! ''مبشرات'' کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اچھا خواب جو ایک مومن دیکھتا ہے یا اس کے لیے کسی کو دکھایا جاتا ہے۔'' [1]

خواب کا سچا اور اس کا مومن کے لیے بشارت ہونا قرب قیامت اور کائنات کے خاتمے کی علامت ہے۔ مومن کا خواب قرب قیامت زیادہ سچا اور امر واقع کے مطابق ہوگا اور مومن زیادہ نیک اور لوگوں میں زیادہ اجنبی ہوگا۔ ان حالات میں سچا خواب مومن کی تنہائی اور اجنبیت کو دور کرے گا اور اس کا انیس وغمخوار بنے گا۔ اور اس کا خواب کم ہی جھوٹا ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب قیامت کا زمانہ قریب آجائے گا تو مسلمان کا خواب کم ہی جھوٹا ہوگا۔ جس کا خواب زیادہ سچا ہوگا وہ بات میں بھی زیادہ سچا ہوگا۔ مومن کا خواب نبوت کا پینتالیسواں حصہ ہوتا ہے۔ خواب تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک سچا خواب جو کہ اللہ کی طرف سے خوشخبری ہوتا ہے۔ دوسرا غمناک خواب جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور تیسرا خواب جس میں

[1] مسند أحمد: 129/6، و صحيح البخاري، التفسير، حديث: 6990.

انسان اپنے آپ سے باتیں کرتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی نا پسندیدہ خواب دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ کھڑا ہو جائے، نماز پڑھے اور لوگوں سے یہ خواب بیان نہ کرے۔ میں خواب میں بیڑی کو پسند اور طوق کو ناپسند کرتا ہوں۔ کیونکہ خواب میں بیڑی کی تعبیر دین پر استقامت اور ثابت قدمی ہے۔"[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ "آخری زمانے میں مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا" اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن کا خواب ایسی واضح شکل میں ہوگا کہ وہ کسی حجت کا محتاج نہیں ہوگا، لہٰذا اس میں جھوٹ کے داخل ہونے کی گنجائش نہیں ہوگی۔ یہ خواب سچا ہوگا اور جھوٹ سے خالی ہوگا کیونکہ یہ امر واقع کے عین مطابق ہوگا۔ اس کے برعکس دیگر خوابوں کی تعبیر مخفی ہوتی ہے۔ تعبیر بتلانے والا اس کی تعبیر بتلاتا ہے مگر وہ واقع نہیں ہوتی۔ اس لیے ایسا خواب جھوٹا ہوتا ہے، سچا نہیں ہوتا۔

اس بات کو آخری زمانے سے خاص کرنے میں حکمت یہ ہے کہ مومن اس دور میں اجنبی ہوگا، جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ "اسلام اجنبیت میں شروع ہوا اور آخری زمانے میں بھی یہ غریب و نامانوس ہو جائے گا۔" ان حالات میں ایک مومن کے مونس اور غمخوار بہت کم ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچے خواب سے عزت عطا فرمائے گا جو اسے حق پر ثابت قدم رکھے گا اور اس کے لیے باعث

---

[1] مسند أحمد:2/507، وصحيح مسلم، الرؤيا، حديث:2263.

بشارت ہوگا۔ [1]

مومن کے سچے خواب والے زمانے کی تعیین کے بارے میں دو احتمال

① یہ وہ زمانہ ہوگا جب علم دنیا سے اٹھا لیا جائے گا۔ فتنوں اور لڑائیوں کی وجہ سے علامات شریعت غائب ہو جائیں گی۔ اس وقت مومن لوگوں کے درمیان بالکل ایک نامانوس اجنبی شخص کی طرح ہوگا۔ اس دشوار صورتِ حال میں اللہ تعالیٰ سچے خوابوں کے ذریعے مومن کی نصرت فرمائے گا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ [2]

② یہ واقعات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوں گے، اس لیے کہ ان کے نزول کا زمانہ امت میں عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد بہترین اور اقوال و احوال کے اعتبار سے سب سے سچا زمانہ ہوگا اور اس زمانے میں مومن کا خواب کم ہی جھوٹا ہوگا۔ [3]

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري: 12/507 و 19/451. [2] فتح الباري شرح صحيح البخاري: 12/507. [3] فتح الباري شرح صحيح البخاري: 12/507.

72 _ جھوٹ کی کثرت

جھوٹ ایک نہایت بری عادت ہے۔ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ ہی کی کوشش میں لگا رہتا ہے حتی کہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ لوگوں میں جھوٹ پھیل جائے گا۔ ایک شخص اپنی گفتگو میں جھوٹ سے بچنے کی کوئی کوشش نہیں کرے گا اور نہ وہ خبریں دوسروں تک منتقل کرنے سے قبل کسی قسم کی تحقیق کرے گا۔ یہ سب کچھ جھوٹ کی کثرت اور لوگوں پر اس کے بہت برے اثرات کے باوجود ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَ إِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَ لَا يَفْتِنُونَكُمْ»

"آخری زمانے میں کچھ ایسے دجال وکذاب ظاہر ہوں گے جو تم سے ایسی احادیث بیان کریں گے جنھیں نہ تم نے سنا ہوگا نہ تمھارے آباء واجداد ان سے واقف ہوں گے۔ تم ان سے بچ کر رہنا کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں یا فتنہ میں مبتلا نہ کردیں۔" [1]

---

[1] مقدمة صحيح مسلم، حديث: 7.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِينَ فَاحْذَرُوهُمْ»

”قیامت سے پہلے کچھ جھوٹے لوگ ظاہر ہوں گے، ان سے بچ کر رہنا۔“ [1]

عہد حاضر میں لوگوں کے جھوٹ سے اجتناب نہ کرنے کے باعث جھوٹی خبریں اور عجیب وغریب قصے بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سنی سنائی بات کی تصدیق کرنے اور اسے آگے پہنچانے سے منع فرمایا ہے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ہم اگر کوئی خبر سن کر آگے منتقل کر رہے ہوں تو اس کی پوری تحقیق کریں تاکہ ہمارا شمار بھی جھوٹوں میں نہ ہو اور ہم گناہ وخطا میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

آج جو افواہوں کا بازار گرم ہے، خبروں میں تحقیق کا رواج نہیں اور واقعات و حالات کے بیان کرنے میں کمی بیشی نظر آتی ہے یہ سب اسی جھوٹ کی اقسام ہیں جسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔

1 صحیح مسلم، الإمارة، حدیث: 1822.
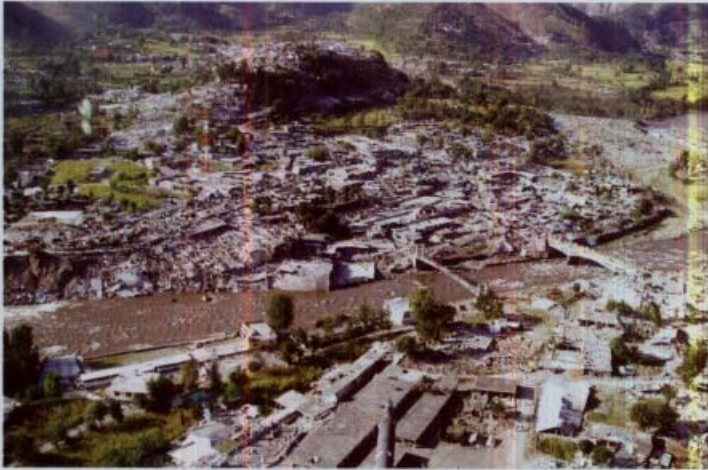
بالاکوٹ۔ پاکستان اکتوبر 2005

73۔ زلزلوں کی کثرت

قیامت سے پہلے زلزلوں کی کثرت کے یہ معنی ہیں کہ ایک وسیع علاقے میں بڑے تسلسل کے ساتھ زلزلے آئیں گے۔ یہ زلزلے امت کے لیے یا تو رحمت اور گناہوں کا کفارہ ہوں گے، جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أُمَّتِي أُمَّةٌ مَرْحُومَةٌ، لَا عَذَابَ عَلَيْهَا فِي الْآخِرَةِ، جَعَلَ اللّٰهُ عَذَابَهَا فِي الدُّنْيَا الْقَتْلَ وَالزَّلَازِلَ وَالْفِتَنَ»

”میری امت پر رحم کیا گیا ہے۔ اس کے لیے آخرت میں کوئی عذاب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا عذاب دنیا ہی میں قتل، زلزلوں اور فتنوں کی صورت میں مقرر کر دیا ہے۔“ [1]

یا پھر یہ زلزلے لوگوں کے لیے سزا ہوتے ہیں۔ جہاں فتنہ وفساد زیادہ ہو وہاں اس زمانے کے لوگوں کے لیے عذاب اور سزا کے طور پر زلزلے بھیج دیے جاتے ہیں۔

بالاکوٹ۔ پاکستان اکتوبر 2005ء

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک علم اٹھا نہ لیا جائے اور زلزلوں کی کثرت نہ ہو۔“ [2]

[1] مسند أحمد:4/410، و المستدرك للحاكم:4/444 وصححه و اللفظ له. [3] صحيح البخاري، الاستسقاء، حديث:1036.

حضرت عبداللہ بن حوالہ ازدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ابن حوالہ! جب تم دیکھو کہ خلافت ارضِ مقدس (سرزمین شام) میں منتقل ہو جائے تو سمجھ لینا کہ زلزلوں، مصیبتوں اور بڑی پریشانیوں کا دور آپہنچا۔ اس وقت قیامت لوگوں کے اس قدر نزدیک ہو گی جس قدر میرا یہ ہاتھ تمھارے سر کے قریب ہے۔'' [1]

[1] سنن أبي داود، الجهاد، حديث: 2535.

74- لوگوں کا ایک دوسرے سے ناواقف ہونا

جب فتنوں اور مصیبتوں کی کثرت ہوتی ہے تو لوگوں کے باہمی تعلقات میں کمزوری آجاتی ہے۔ حتی کہ نوبت قطع تعلقی اور اجنبیت تک پہنچ جاتی ہے۔ ایسی صورتِ حال میں لوگ صرف دنیوی مصلحت ہی کی خاطر ایک دوسرے سے واقفیت رکھتے ہیں۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" قیامت کب واقع ہوگی، اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے اور وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا البتہ میں تمھیں اس کی علامات اور اس سے قبل پیش آمدہ حالات کی خبر دے سکتا ہوں۔ قیامت سے پہلے فتنہ اور ھرج ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: فتنہ تو ہم جانتے ہیں یہ ھرج کیا چیز ہے؟ فرمایا: یہ حبشی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں: قتل وخونریزی۔ قیامت کے قریب لوگوں کے درمیان اجنبیت

ڈال دی جائے گی، کوئی کم ہی کسی کو جانتا ہوگا۔ [1]

یہ حدیث لوگوں کے آج کے حالات و واقعات کے مطابق ہے۔ آج لوگوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو اپنے رشتہ داروں تک کو نہیں جانتی۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ایک شخص اپنے ہی بعض عزیزوں سے گھر سے باہر پبلک پارکوں وغیرہ میں ملتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ لوگ اس کے رشتہ دار ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کل زیادہ تر تعلقات شخصی اور ذاتی فوائد کی بنا پر استوار کیے جاتے ہیں۔ دنیوی مصلحتوں پر مبنی یہ کمزور تعلقات جس تیزی سے قائم ہوتے ہیں اسی تیزی سے اختتام پذیر بھی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایمان باللہ اور اخوت کی بنیاد پر نہیں بلکہ شخصی مصلحت کی بنا پر قائم ہوتے ہیں۔ بلکہ آدمی اپنی دنیوی مصلحت کو دیکھتا ہے کہ اگر ان تعلقات کے قائم کرنے سے وہ مصلحت پوری ہوتی ہو تو وہ ان تعلقات کو قائم رکھتا ہے ورنہ بہت جلد ان کو توڑ دیتا ہے۔

[1] مسند أحمد: 389/5.

75 - 76

عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت

علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ آخری زمانے میں عورتوں کی تعداد زیادہ اور مردوں کی تعداد کم ہو جائے گی۔ اہل علم کا کہنا ہے کہ اس زمانے میں عورتوں کی کثرت کا سبب وہ فتنے اور لڑائیاں ہوں گی جن میں مرد بڑی تعداد میں قتل ہو جائیں گے اور عورتیں بچ جائیں گی، اس لیے کہ لڑائی کرنا عورتوں کا کام نہیں بلکہ مرد ہی اس میں زیادہ کام آتے ہیں۔

اس سلسلے میں دوسرا قول یہ ہے کہ فتوحات کی کثرت کے باعث لونڈیوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا اور ایک مرد کئی کئی لونڈیوں کو اپنے قبضے میں لے لے گا۔
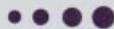
علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت کسی ظاہری سبب سے نہ ہوگی بلکہ یہ اللہ تعالی کی تقدیر اور اس کی حکمت کا تقاضا ہوگا کہ آخری زمانے میں لڑکے کم پیدا ہوں گے اور لڑکیاں زیادہ پیدا ہوں گی۔'' [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا، جہالت پھیل جائے گی، زنا کی کثرت ہو جائے گی، شراب پی جائے گی، مرد چلے جائیں گے اور عورتیں باقی رہ جائیں گی حتی کہ پچاس عورتوں کی دیکھ بھال کے لیے صرف ایک ہی مرد ہو گا۔'' [2]

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري: 236/1. [2] صحيح مسلم، العلم، حديث: (9)-2671.
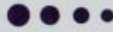
اور ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

”......زنا عام ہوگا، مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی......۔“ [1]

اگر آج کوئی دنیا میں پیدا ہونے والے بچوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد پر غور کرے اور ان عالمی مصدقہ رپورٹوں کا جائزہ لے جن میں لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد کا فرق بتلایا گیا ہے تو وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ یہ علامت ہمارے اس دور میں ظاہر ہوکر رو بترقی ہے۔

[1] صحيح البخاري، العلم، حديث: 81.

77۔ فحاشی وعریانی کا ظہور اور اس کا علانیہ ارتکاب

نبی کریم ﷺ نے آخری زمانے میں جہاں برائیوں کی کثرت اور شہوتوں کے انتشار کی پیشین گوئی کی ہے، وہاں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ زنا بہت پھیل جائے گا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ ایک شخص راستے میں سب کے سامنے کسی عورت سے زنا کرے گا۔

یہ دو علامتیں ہیں: ایک تو یہ کہ زنا عام ہو جائے گا اور چار سو پھیل جائے گا، دوسری یہ کہ زنا علی الاعلان کیا جائے گا اور اسے دوسروں سے چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ لِلّٰهِ فِيهِ حَاجَةٌ، وَ حَتّٰى تُوجَدَ الْمَرْأَةُ نَهَارًا جِهَارًا تُنْكَحُ وَسَطَ الطَّرِيقِ، لَا يُنْكِرُ ذٰلِكَ أَحَدٌ وَلَا يُغَيِّرُهُ فَيَكُونُ أَمْثَلَهُمْ يَوْمَئِذٍ الَّذِي يَقُولُ: لَوْ نَحَّيْتَهَا عَنِ الطَّرِيقِ قَلِيلًا! فَذَاكَ فِيهِمْ مِثْلُ أَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ فِيكُمْ»

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ یہ صورت حال نہ پیدا ہو جائے کہ زمین پر کوئی بھی ایسا شخص نہ رہے گا جس کی اللہ کو ضرورت ہو۔ نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ دن کی روشنی میں علی الاعلان راستے کے عین بیچ ایک عورت سے زنا کیا جائے گا اور کوئی شخص اس پر اعتراض نہ کرے گا اور نہ ہی اسے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔ اس دن معاشرے کا

بہترین شخص وہ ہوگا جو اس زانی مرد سے کہے گا: تم نے اسے راستے سے تھوڑا سا ہٹا ہی لیا ہوتا! یہ بات کہنے والے کی اس دور میں وہی حیثیت ہو گی جو آج تمھارے درمیان ابوبکر و عمر کی ہے۔" [1]

اس حدیث کی تائید اس فرمان رسول ﷺ سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

"قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا، جہالت پھیل جائے گی، زنا عام ہو جائے گا اور شراب پی جائے گی ......۔" [2]

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"......زنا عام ہو جائے گا، مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہو جائے گی ......۔" [3]

یہ دونوں علامتیں ہمارے زمانے میں ظاہر ہو چکی ہیں۔ بعض ٹی وی چینل جس طریقے سے فحاشی پھیلا رہے ہیں اور حیاباختہ مناظر نشر کر رہے ہیں۔ انٹرنیٹ پر ایسی تصاویر اور ویڈیو نشر کی جا رہی ہیں جن کی طرف دیکھنے سے ایک مومن کی آنکھ شرماتی ہے۔

مومن مردوں اور خواتین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کی حفاظت کریں، نگاہیں نیچی رکھیں، شرم گاہوں کی حفاظت کریں، اہل فسق و فجور سے بچ کر رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہر وقت عصمت و پاک دامنی کی دعا مانگتے رہیں۔

---

1 المستدرك للحاكم: 541/4، وصححه، وسلسلة الأحاديث الضعيفة: 410/3، حديث: 1254. 2 صحيح مسلم، العلم، حديث: (9)-2671. 3 صحيح البخاري، العلم، حديث: 81.

78۔ قراءتِ قرآنِ مجید پر اجرت لینا

قرآن مجید کی تلاوت وقراءت عبادت اور قربت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اس سلسلے میں اصولی بات یہ ہے کہ عبادات دنیا طلبی کے لیے نہ کی جائیں بلکہ یہ خالصتاً اخروی کامیابی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونی چاہئیں۔

یہ چیز علامات قیامت میں سے ہے کہ کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو تعزیت کی مجالس اور تقریبات میں قرآن مجید کی خوبصورت آواز میں تلاوت محض اس لیے کریں گے کہ اس پر مال حاصل کرسکیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو کچھ لوگوں کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب وہ تلاوت کر چکا تو ان سے پیسے مانگنے لگا۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھ کر (إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) پڑھا اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

«مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى بِهِ، فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ قَوْمٌ يَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُونَ النَّاسَ بِهِ»

''جو قرآن کی تلاوت کرے اسے چاہیے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنی حاجات طلب کرے۔ ایک قوم ایسی بھی آنے والی ہے جو قرآن پڑھ کر لوگوں سے سوال کرے گی۔'' [1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ ہم میں کچھ بدو اور کچھ عجمی لوگ بھی تھے۔ ہماری قراءت سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''پڑھو، تم سب کی تلاوت اچھی ہے۔ عنقریب کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کو تیر کی طرح سیدھا کرنے کی کوشش کریں گے۔ [2] وہ اس کے ذریعہ فوری دنیوی فائدہ حاصل کرنا چاہیں گے۔ اور اخروی اجر وثواب کے وہ خواہش مند نہیں ہوں گے۔ [3]

یہ لوگ قرآن کا معاوضہ فوری طور پر لینا چاہیں گے اور آخرت تک صبر اور انتظار نہیں کریں گے۔

[1] مسند أحمد: 4/432، وحسنه الأرنؤوط في تعليقه على المسند. [2] اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ریا کاری اور شہرت و ناموری کے لیے قراءت کے عمل میں مبالغے سے کام لیں گے۔ اور پرتکلف قراءت کریں گے۔ [3] سنن أبي داود، الصلاة، حديث: 830، و سلسلة الأحاديث الصحيحة: 1/464، حديث: 259.

79۔ لوگوں میں موٹاپے کی کثرت

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ۔ قَالَ عِمْرَانُ: فَمَا أَدْرِي قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ قَوْلِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔ ثُمَّ يَكُونُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ وَ يَخُونُونَ وَ لَا يُؤْتَمَنُونَ وَ يَنْذِرُونَ وَ لَا يُوفُونَ وَ يَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ»

"میرا زمانہ سب سے بہترین زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا دور عمدہ ہوگا جو ان کے بعد آئیں گے اور پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو گواہی طلب کیے جانے کے بغیر ہی گواہی دینے کے لیے تیار ہوں گے۔ وہ خیانت کریں گے۔ اور ان پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔ وہ نذر تو مانیں گے مگر اس کو پورا نہیں کریں گے اور ان میں

موٹاپا ظاہر ہو جائے گا۔"[1]

غالباً آخری زمانے میں موٹاپے کی وجہ مالی خوشحالی، آرام دہ زندگی، ہوٹلوں، قہوہ خانوں، مزیدار کھانوں اور مٹھائیوں کی کثرت ہوگی۔ ہمارے اس دور میں لوگوں کی جسمانی حرکت بے حد کم ہوگئی ہے۔ انسان کی ہر نوع کی خدمت کے لیے مشینیں اور آلات موجود ہیں۔ وہ پیدل نہیں چلتے اور بدنی حرکت برائے نام رہ گئی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چھوٹے بڑے سب موٹاپے کا شکار ہوگئے ہیں۔ صورت حال اس حد تک خراب ہو چکی ہے کہ عالمی اعداد و شمار کے مطابق دنیا کی آبادی کا قریباً چھٹا حصہ وزن میں اضافے کے مسئلے کا شکار ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج ایسی دواؤں کی بہت کثرت ہوگئی ہے جو وزن گھٹانے، موٹاپے کے علاج اور معدہ کی کارکردگی میں معاون ہوتی ہیں۔

[1] صحيح البخاري، الرقاق، حديث:6428، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، حديث: 2535.

80-81

ایسے لوگوں کا ظہور جو بلاطلب گواہی دیں گے اور نذر پوری نہ کریں گے

یہ دونوں علامتیں سابقہ حدیث میں وارد ہیں۔ ''پھر ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو گواہی طلب کیے جانے کے بغیر ہی گواہی دینے کے لیے تیار ہوں گے۔ وہ خیانت کریں گے اور انھیں امین نہیں سمجھا جائے گا۔ وہ نذر تو مانیں گے مگر اسے پورا نہیں کریں گے۔''[1]

تساہل کی یہ دونوں خصلتیں، یعنی دوسروں کے خلاف علم اور طلب کے بغیر گواہی دینا اور کثرت سے نذر ماننا اور اسے پورا نہ کرنا لوگوں کے دین کی کمزوری، ایمان کے ضعف اور دل میں اللہ کی تعظیم کا جذبہ نہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

[1] صحیح البخاری، الرقاق، حدیث:6428.

ٹڈی

82- طاقتور کمزور کو کھا جائے گا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز میرے پاس تشریف لائے تو آپ یہ فرما رہے تھے: ''اے عائشہ! میرے دنیا سے جانے کے بعد امت میں سب سے پہلے مجھے تمھاری قوم (عرب) ملے گی۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب آپ بیٹھ گئے تو میں نے کہا: میں آپ پر قربان! جب آپ اندر داخل ہوئے تو آپ ایک ایسی بات فرما رہے تھے جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں کیا کہہ رہا تھا''؟ میں نے عرض کی: آپ فرما رہے تھے: ''تمھاری قوم کے لوگ میرے بعد جلد ہی مجھ سے آملیں گے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں یہ بات ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا: یہ کیسے ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''موت انھیں اپنے لیے ایک مرغوب اور میٹھی چیز سمجھے گی۔[1] اور امت کے لوگ ان سے حسد کریں گے۔'' میں نے پوچھا: پھر اس وقت یا اس کے بعد لوگوں کا حال کیا ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ بغیر پروں والی ٹڈی کی طرح ہوں گے۔ طاقتور کمزور کو کھا جائے گا حتی کہ ان پر قیامت قائم ہو جائے

[1] یعنی موت ان پر اس طرح ٹوٹ پڑے گی جس طرح کوئی مٹھائی پر ٹوٹ پڑتا ہے۔

گی۔"[1]

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ قرب قیامت ظلم اور شر بہت زیادہ ہو جائے گا حتی کہ طاقتور کمزور کو کھا جائے گا۔

[1] مسند أحمد : 81/6، و سلسلة الأحاديث الصحيحة: 596/4، حديث: 1953.

83۔ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہ کرنا

اللہ کے نازل کردہ دین (قرآن وسنت) کے مطابق فیصلے کرنا امت کے اہم ترین واجبات میں سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

''اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔''[1]

آخری زمانے میں اسلام کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹتی چلی جائیں گی اور جو کڑی سب سے پہلے ٹوٹے گی وہ یہ ہوگی کہ لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے کرنا چھوڑ دیں گے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَتُنْقَضَنَّ عُرَى الْإِسْلَامِ عُرْوَةً عُرْوَةً، فَكُلَّمَا انْتَقَضَتْ عُرْوَةٌ تَشَبَّثَ النَّاسُ بِالَّتِي تَلِيهَا وَ أَوَّلُهُنَّ نَقْضًا الْحُكْمُ وَ آخِرُهُنَّ الصَّلَاةُ»

''اسلام کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹتی چلی جائیں گی۔ جب بھی کوئی کڑی ٹوٹے گی تو لوگ دوسری سے چمٹ جائیں گے۔ سب سے پہلے جو کڑی ٹوٹے گی وہ یہ ہوگی کہ حکم الٰہی کو توڑا جائے گا اور سب سے آخر میں نماز کو بھی چھوڑ دیا جائے گا۔''[2]

---

[1] المآئدة 5:44 . [2] مسند أحمد: 5/251، و المعجم الكبير للطبراني: 8/98، ورجالهما رجال الصحيح.

نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اکثر اسلامی ممالک میں یہ علامت ظاہر ہو چکی ہے۔ ان ممالک میں اسلام کے قوانین و احکام میں سے بس انھی امور پر عمل کیا جاتا ہے جو شادی، طلاق اور میراث وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں تک تجارتی معاملات، جرائم سے متعلق سزاؤں اور حدود و تعزیرات کا تعلق ہے تو ان معاملات میں اکثر لوگ فرانسیسی اور برطانوی قوانین کے مطابق ہی فیصلے کرتے ہیں۔ اور یہی اللہ کی نازل کردہ وحی کے ساتھ فیصلے نہ کرنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾

”اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لیے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہو سکتا ہے؟“ [1]

انسان کے بنائے ہوئے قوانین

[1] المآئدة 5:50.

84۔ رومیوں کی کثرت اور عربوں کی قلت

رومیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھیں آج امریکی اور یورپی اقوام کے طور پر جانا پہچانا جاتا ہے۔ انھیں رومی اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ أصفر بن روم بن عیصو بن إسحاق بن إبراھیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کو ''بنو اصفر'' بھی کہا جاتا ہے۔[1]

حضرت مستورد فہری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا:

''جب قیامت قائم ہوگی تو اس وقت عیسائی اکثریت میں ہوں گے۔'' حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: خیال کیجیے! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: میں تو وہی کہہ رہا ہوں جو میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے تو برحق ہے اور اس کا سبب عیسائیوں کی چار خوبیاں ہوسکتی ہیں:

① یہ لوگ میدانِ جنگ سے بھاگنے کے بعد نہایت سرعت سے اپنی حالت درست کر لیتے ہیں۔

② یہ لوگ مسکین، ضعیف اور فقیر کے ساتھ بہترین رویہ رکھتے ہیں۔

③ یہ لوگ فتنے کے وقت جذباتی نہیں ہوتے بلکہ تحمل و بردباری سے معاملات کا جائزہ لیتے ہیں۔

---

[1] التذكرة للقرطبي: 689/2.

④ چوتھی اور نہایت عمدہ خوبی یہ ہے کہ یہ بادشاہوں کے ظلم کو لوگوں میں سب سے زیادہ روکنے والے ہیں۔ [1]

سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''لوگ دجال سے بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپیں گے۔ ام شریک نے عرض کی: یارسول اللہ! اس وقت عرب کہاں ہوں گے (کیا وہ دجال کا مقابلہ نہیں کریں گے؟) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عرب اس زمانے میں بہت کم تعداد میں ہوں گے۔'' [2]

یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ: ''رومی اس وقت سب سے زیادہ ہوں گے'' سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل یورپ کی زبان (انگریزی) اس وقت بہت بولی جائے گی اور لوگ عربی زبان کو چھوڑ دیں گے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جو شخص عربی بولتا ہے وہ عرب ہے اور جو بھی شخص صحرا نشینی اختیار کرتا ہے وہ بدو ہے، خواہ وہ عجمی ہی کیوں نہ ہو۔

[1] صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، حديث: 2898. [2] صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، حديث: 2945.

85 ۔ لوگوں کے پاس مال و دولت کی کثرت

مسلمانوں نے اسلام کے ابتدائی سال رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں بھی اور بعد میں بھی اس حال میں بسر کیے کہ ان کی زندگی بہت تنگی اور سخت فقر وفاقہ کی تھی حتی کہ ایک کے بعد دوسرا مہینہ بھی گزر جاتا اور رسول اللہ ﷺ کے گھر چولہے میں آگ نہ جلتی۔ ان کا گزارہ محض دو چیزوں: پانی اور کھجور پر ہوتا تھا۔

نبی کریم ﷺ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب حالات بدل جائیں گے اور قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ دولت کی ریل پیل ہو جائے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مال کی اس قدر کثرت ہو جائے گی کہ ایک شخص اپنی زکاۃ لے کر ایک مہینے تک پھرتا رہے گا مگر اسے کوئی مستحق نہیں ملے گا، اس لیے کہ

لوگ اس سے بہت مستغنی ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضَ، حَتّٰى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَّقْبَلُ صَدَقَتَهُ، وَ حَتّٰى يَعْرِضَهُ، فَيَقُولَ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ: لَا أَرَبَ لِي»

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم میں مال کی کثرت نہ ہو جائے گی۔ مال کی ریل پیل اس قدر ہو جائے گی کہ مال والے کو یہ پریشانی لاحق ہوگی کہ اس کا صدقہ کون قبول کرے گا؟ وہ ایک شخص کو اپنا مال پیش کرے گا مگر وہ شخص کہے گا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔''[1]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا»

''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جب ایک شخص اپنے صدقے کا سونا لے کر گھومے گا کہ کوئی لینے والا حاجت مند مل جائے مگر اسے کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو یہ مال لینے کے لیے تیار ہو۔''[2]

---

1 صحيح البخاري، الزكاة، حديث: 1412، وصحيح مسلم، الزكاة، حديث: (61)- 157، بعد الحديث: 1012. 2 صحيح البخاري، الزكاة، حديث: 1414، و صحيح مسلم، الزكاة، حديث: 1012.

اہل علم میں اختلاف ہے کہ یہ علامت واقع ہو چکی ہے یا نہیں؟

کہا جاتا ہے کہ یہ علامت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں واقع ہو چکی ہے۔ جب انھیں بڑی بڑی فتوحات حاصل ہوئیں اور فارس وروم کی غنیمتیں ان کے پاس آئی تھیں۔

اس کے بعد پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے عہد مسعود میں مال کی اس قدر فراوانی ہوگئی کہ ایک شخص اپنا صدقہ پیش کرتا مگر کوئی ایسا شخص اسے نہ ملتا جو اس سے یہ مال قبول کر لیتا۔ حتی کہ ایک شخص کسی کو بظاہر محتاج سمجھ کر اس کو مال پیش کرتا مگر وہ کہتا: مجھے اس مال کی کوئی حاجت نہیں۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ علامت آخری زمانے میں واقع ہوگی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ دراصل ظہورِ مہدی کے زمانے کی طرف ہے۔ اس دور میں مہدی لوگوں میں جھولیاں بھر بھر کر گنے بغیر مال تقسیم کریں گے، اس لیے کہ مال کی کثرت اور بہتات ہوگی۔ زمین برکات ومعدنیات اگلے گی حتی کہ اس کے پیٹ سے سونے اور چاندی کے ذخائر برآمد ہوں گے۔

حضرت سعید جریری ابو نضرہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں کہا:

ہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت کے آخری زمانے میں ایک ایسا خلیفہ ہو گا جو لوگوں کو دونوں ہاتھ بھر بھر کر مال عطا کرے گا اور اسے گنے گا نہیں۔ سعید کہتے

ہیں : میں نے ابونضرہ اور ابوالعلاء سے پوچھا: آپ کا کیا خیال ہے؟ وہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز تو نہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں۔[1]

[1] صحیح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، حدیث:2913.

86۔ زمین کا اپنے خزانے اگل دینا

آخری زمانے میں مال کی کثرت اور بہتات اس قدر ہو جائے گی کہ زمین اپنے مدفون خزانے اگل دے گی حتی کہ مال کی ریل پیل کی وجہ سے لوگ مال و دولت سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَقِيءُ الْأَرْضُ أَفْلَاذَ كَبِدِهَا أَمْثَالَ الْأُسْطُوَانِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، فَيَجِيءُ الْقَاتِلُ فَيَقُولُ: فِي هٰذَا قَتَلْتُ، وَ يَجِيءُ الْقَاطِعُ فَيَقُولُ: فِي هٰذَا قَطَعْتُ رَحِمِي، وَ يَجِيءُ السَّارِقُ فَيَقُولُ: فِي هٰذَا قُطِعَتْ يَدِي، ثُمَّ يَدَعُونَهُ فَلَا يَأْخُذُونَ مِنْهُ شَيْئًا»

”زمین اپنے جگر کے ٹکڑے سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ستونوں کی شکل میں اگل دے گی۔ قاتل آئے گا اور کہے گا: افسوس! میں نے اس

مال کے لیے کسی انسان کو قتل کیا۔ قطع رحمی کرنے والا آئے گا اور کہے گا: افسوس! میں نے اس مال کی خاطر اپنے خون کے رشتہ داروں کو چھوڑا۔ چور آئے گا اور کہے گا: افسوس! میں نے اس مال کی خاطر چوری کی اور میرا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر وہ سب اسے چھوڑ دیں گے اور اس مال میں سے کچھ بھی نہیں لیں گے۔" [1]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدیث میں اگلنے کے لفظ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زمین اپنے اندر سے مدفون خزانے باہر نکال دے گی۔ اور «الأسطُوان» الأسطوانة کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں عمود یا ستون۔ سونے چاندی کے ذخائر کو ستونوں سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے تا کہ اس کی کثرت اور بہتات واضح ہو جائے۔

1 صحیح مسلم، الزکاۃ، حدیث: 1013.

89-88-87

① مسخ ② خسف اور ③ قذف کا ظاہر ہونا

① ''مسخ'' کا مطلب ہے کسی چیز کی شکل اور جسمانی ہیئت تبدیل کر کے اسے کوئی دوسری چیز بنا دینا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے ایک گروہ کو سزا کے طور پر بندر اور خنزیر بنا دیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّا عَتَوْا عَن مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ﴾

''پھر جب انھوں نے اس معاملے میں سرکشی کی جس سے انھیں روکا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہا: ذلیل بندر بن جاؤ۔''[1]

اور ارشاد ہوا: ﴿وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ﴾

''اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنا دیا۔''[2]

② ''خسف'' کا مطلب ہے زمین کا پھٹنا اور جو کچھ اس کے اوپر ہو اس کو نگل لینا۔ اس کا بیان آگے چل کر علامات کبریٰ میں آئے گا۔

③ ''قذف'' کا معنی ہے آسمان سے پتھروں کی بارش ہونا، جیسا کہ شعیب علیہ السلام کی قوم کے ساتھ ہوا کہ جب اللہ نے ان کو سزا دی تو آسمان سے ان پر پتھر برسائے گئے، یا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابرہہ اور اس کی قوم کو سزا دی، جب وہ کعبہ کو گرانے کے لیے آئے تو اللہ نے ان پر کنکریاں برسائیں۔

---

[1] الأعراف 7:166. [2] المآئدة 5:60.

یہ وہ سزائیں ہیں جو آخری زمانے میں بعض لوگوں پر مسلط کی جائیں گی اور یہ علامات قیامت میں سے ہیں۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَ مَسْخٌ وَ قَذْفٌ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَ مَتٰى ذٰلِكَ؟ قَالَ ﷺ: إِذَا ظَهَرَتِ الْقِيَانُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ»

''اس امت کے بعض لوگوں کو زمین میں دھنسایا جائے گا، بعض کی شکلیں مسخ کر دی جائیں گی اور بعض پر پتھروں کی بارش ہوگی۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے سوال کیا: اللہ کے رسول! یہ چیزیں کب واقع ہوں گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: جب گانے والیاں اور آلات موسیقی بہت ہو جائیں گے اور لوگ شراب پینا شروع کر دیں گے۔'' [1]

«اَلْقِيَانُ» «قَيْنَةٌ» کی جمع ہے اور اس کے معنی ہیں: گانے والی عورت۔

اور لفظ «معازف» کا واحد مِعزف ہے، معنی ہیں موسیقی اور گانے بجانے کے آلات۔ [2]

جب لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کر دیں گے نتیجہ یہ ہو گا کہ گناہوں کی کثرت

[1] جامع الترمذي، الفتن، حديث: 2212 و صحيح الجامع للألباني: 683/1، حديث: 3665. [2] لسان العرب، مادة: عزف.

ہو جائے گی اور عقوباتِ الٰہیہ قریب آ جائیں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَكُونُ فِي آخِرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَ مَسْخٌ وَ قَذْفٌ» قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَنَهْلَكُ وَ فِينَا الصَّالِحُونَ؟ قَالَ «نَعَمْ إِذَا ظَهَرَ الْخَبَثُ»

''آخری زمانے میں اس امت میں خسف، مسخ اور قذف کے واقعات ہوں گے۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! کیا ہمیں نیک لوگوں کی موجودگی میں بھی ہلاک کر دیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، جب فسق و فجور کی کثرت ہو جائے گی۔''[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی کہ یہ خسف، مسخ اور قذف ان لوگوں پر واقع ہو گا جو اہل بدعت اور صحیح عقیدے کے مخالف ہوں گے، جیسا کہ زندیق لوگ، یعنی اہل الحاد ونفاق اور فرقہ قدریہ وغیرہ۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اس تقدیر کی تکذیب کرتے ہیں جو اس نے اپنے بندوں کے افعال کے لیے مقرر فرما رکھی ہے۔

حضرت نافع کہتے ہیں: ایک دفعہ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا: شام کے فلاں شخص نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس شخص نے کوئی بدعت ایجاد کی ہے؟ اگر وہ حقیقت میں ایسا ہی ہے تو اس کو میری طرف سے ہرگز سلام نہ کہنا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''میری امت

[1] جامع الترمذي، الفتن، حديث: 2185، و صحيح الجامع للألباني: 1355/2، حديث: 8156.

میں مسخ اور قذف واقع ہوں گے اور یہ عقوبتیں زندیقوں اور قدریوں پر واقع ہوں گی۔" [1]

دوسری روایات میں اس طرح بھی آیا ہے کہ خسف اُس لشکر پر واقع ہو گا جو آخری زمانے میں کعبہ کو گرانے کے لیے آئے گا مگر اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کو زمین میں دھنسا دے گا۔

حضرت قعقاع بن ابی حدرد کی اہلیہ بقیرہ بیان کرتی ہیں : میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر خطبے میں یہ فرماتے ہوئے سنا: "جب تم سنو کہ ایک لشکر کو قریب ہی زمین میں دھنسا دیا گیا ہے تو اس وقت سمجھ لینا کہ قیامت بہت قریب آچکی ہے۔" [2]

قریب ہی دھنسا دیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس لشکر کو سرزمین مدینہ کے قریب ہی زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔اس لشکر کا حال آگے چل کر علامات صغریٰ میں نمبر:122 پر آئے گا۔

اس سلسلے کی آخری بات یہ ہے کہ یہ سزائیں نافرمانوں پر نازل ہوں گی اوران پر بھی جو ان کے گناہ دیکھ کر خاموش رہیں گے۔ ایک مسلمان شخص کو اس امر سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

[1] مسند أحمد: 136/2، وصححه أحمد شاكر. [2] مسند أحمد: 378/6، وسلسلة الأحاديث الصحيحة: 340/3، حديث: 1355.

90۔

ایسی بارش جس سے مٹی اور پتھر کے گھر بچ نہ سکیں گے

نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان سے ایسی بارش نازل ہوگی جس کے سامنے مٹی اور پتھر کے گھر قائم نہ رہ سکیں گے۔ اس بارش کے سامنے صرف اونٹ کے بالوں سے بنے ہوئے خیمے ہی ٹھہر سکیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُمْطَرَ النَّاسُ مَطَرًا، لَاتُكِنُّ مِنْهُ بُيُوتُ الْمَدَرِ، وَلَا تُكِنُّ مِنْهُ إِلَّا بُيُوتُ الشَّعَرِ»

"قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک آسمان سے ایسی بارش نازل نہ ہو جس سے مٹی اور پتھر کے گھر بچ نہ سکیں گے، البتہ بالوں سے بنے ہوئے خیمے اس بارش سے بچ جائیں گے۔"[1]

[1] مسند أحمد: 262/2 وقال الهيثمي: رجاله رجال الصحيح، وقال الشيخ الأرناؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم، وكذا رواه ابن حبان في صحيحه.

91۔

آسمان سے بارش تو ہوگی مگر اس سے پیداوار نہ ہوگی

نبی کریم ﷺ نے جن علامات قیامت کی خبر دی ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان سے بارش تو نازل ہوگی مگر اس سے زمین نباتات اور فصلیں نہیں اگائے گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُمْطَرَ النَّاسُ مَطَرًا عَامًّا، وَ لَا تُنْبِتُ الْأَرْضُ شَيْئًا»

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگوں پر موسلا دھار بارشیں نہ برسائی جائیں گی مگر زمین کچھ بھی نہیں اگائے گی۔“ [1]

یقیناً ایسا اس لیے ہوگا کہ زمین سے برکت ختم ہو جائے گی، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ قحط سالی یہ نہیں کہ بارش نہ ہو بلکہ قحط سالی یہ ہے کہ لوگوں پر بارش تو برسے لیکن زمین کچھ نہ اُگائے۔ [2]

[1] مسند أحمد: 140/3، ومسند أبو يعلى: 303/7، وسلسلة الأحاديث الصحيحة: 639/6، حديث: 2773.

[2] اسے امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے رجال صحیح ہیں۔

92۔

ایسا فتنہ جو تمام عربوں کو ہلاک کر دے گا

جن علامات قیامت کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی ہے ان میں سے ایک علامت ایک ایسا عظیم فتنہ بھی ہے جس کی لپیٹ میں تمام عرب آجائیں گے اور کثیر تعداد میں ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تَكُونُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ، قَتْلَاهَا فِي النَّارِ، اَللِّسَانُ فِيهَا أَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ»

”ایک ایسا فتنہ ظاہر ہوگا جو سب عربوں کو لپیٹ میں لے لے گا۔ اس میں قتل ہونے والے جہنم میں جائیں گے۔ اس فتنے میں زبان کی کاٹ تلوار سے زیادہ ہوگی۔“ [1]

«تستنظف العرب» کے معنی یہ ہیں کہ وہ سب عربوں کو تباہ و برباد کر ڈالے گا۔ یہ استنظفت الشيْ کے محاورے سے مأخوذ ہے جو اس وقت بولا جاتا ہے جب آپ کسی چیز کو مکمل طور پر اپنے قبضے میں لے لیں۔

«قتلاها في النار» یعنی اس فتنے کے مقتول جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔ کیونکہ یہ لوگ شیطان کی اتباع اور خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے دنیا کی خاطر لڑیں گے، اس لیے اس لڑائی کے سبب وہ عذاب جہنم کے مستحق بن جائیں

[1] مسند أحمد: 211/2، و سنن أبي داود، الفتن والملاحم، حديث: 4265، و جامع الترمذي، الفتن، حديث: 2178، وابن ماجه، الفتن، حديث: 3967، والحديث فيه مقال.

گے، خواہ وہ مسلمان اور موحد کی حیثیت ہی سے مریں۔ گو کہ انھیں جہنم کی سزا دی جائے گی لیکن یہ ہمیشہ ہمیشہ آتش دوزخ میں نہیں رہیں گے۔ قتلاھا سے مراد اس فتنے میں قتل ہونے والے لوگ ہیں۔ ایسے لوگ شدید وعید کا ہدف بنیں گے۔ کیونکہ اس لڑائی سے ان کا مقصود دین کی سربلندی، کسی مظلوم کا دفاع یا کسی مستحق کی مدد نہ ہوگا بلکہ محض سرکشی، باہمی کشاکش اور مال و منصب کی حرص و ہوس ان کے پیش نظر ہوگی۔

اللسان یعنی زبان کی تاثیر، اس کی طعن و تشنیع اور اس کی طرف سے لڑائی پر ترغیب تلوار کی کاٹ سے کہیں زیادہ ہوگی۔ ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ وإشراف اللسان یعنی زبان کی طلاقت اور درازی اس وقت تلوار سے زیادہ اثر رکھتی ہو گی۔ [1]

[1] اس حدیث کی مزید تشریح کے لیے دیکھیے: مرقاۃ المفاتیح شرح مشكاة المصابيح: 281/9.

93-94-95

مسلمانوں کی نصرت کے لیے درختوں اور پتھروں کا کلام کرنا اور مسلمانوں کا یہودیوں سے جنگ کرنا

یہ عظیم معرکہ آخری زمانے میں برپا ہوگا۔ اس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگی۔ اس موقع پر درخت اور پتھر بول کر مسلمانوں سے کہیں گے: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہوا ہے، جلدی سے آؤ اور اسے قتل کرڈالو، یعنی اس جنگ میں درخت اور پتھر بھی مسلمانوں سے محبت اور ہمدردی کا اظہار اور ان کی مدد کریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل اسلام کی نصرت اور تائید ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تُقَاتِلُكُمُ الْيَهُودُ، فَتُسَلَّطُونَ عَلَيْهِمْ، حَتّٰى يَقُولَ الْحَجَرُ: يَا مُسْلِمُ! هٰذَا يَهُودِيٌّ وَرَائِي فَاقْتُلْهُ»

”یہودی تم سے جنگ کریں گے مگر تم ان پر غلبہ پا لوگے، یہاں تک کہ پتھر بھی بول کر کہے گا: اے مسلم! یہ میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہوا ہے، آؤ اور اسے قتل کرڈالو۔“ [1]

[1] صحيح البخاري، المناقب، حديث:3593، وصحيح مسلم، الفتن، حديث:2921، واللفظ له.

حدیث میں مذکور غرقد کا درخت

درختوں اور پتھروں کا اس طریقے سے کلام کرنا علامات قیامت میں سے ہوگا، مگر ایک درخت ایسا ہوگا جو مسلمانوں کے حق میں نہیں بولے گا۔ یہ ''غرقد'' کا درخت ہے جو یہودیوں کا ہمدرد ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک مسلمانوں کی یہودیوں سے جنگ نہ ہو جائے۔ مسلمان یہودیوں کو قتل کریں گے۔ یہاں تک کہ ایک یہودی کسی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپ جائے گا لیکن وہ پتھر یا درخت کہے گا: اے مسلم! اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہوا ہے۔ آؤ، اسے قتل کر ڈالو مگر ''غرقد'' کا درخت نہیں بولے گا کیونکہ وہ یہودیوں کا دوست ہے۔''[1]

[1] صحیح مسلم، الفتن، حدیث:2922.

ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

غرقد کے درخت کی ایک اور تصویر

''اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم یہود سے جنگ نہ کرلو، حتی کہ پتھر بھی، جس کے پیچھے کوئی یہودی چھپا ہوا ہوگا، بول کر کہے گا: اے مسلم! یہ میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہوا ہے، اسے قتل کر ڈالو۔'' [1]
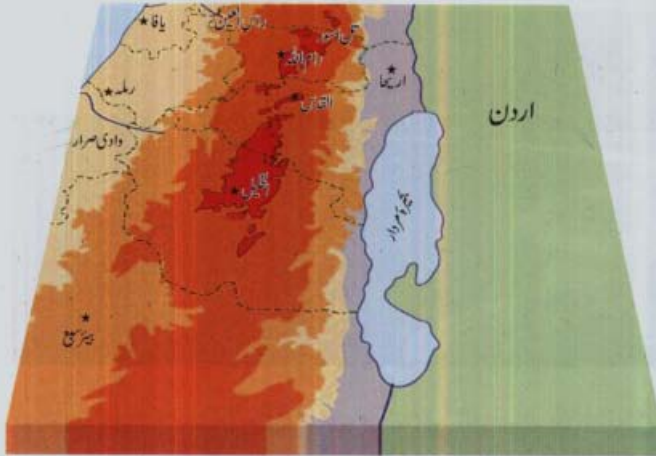
[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، حديث:2926

درختوں اور پتھروں کا یہ کلام کرنا حقیقی ہوگا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جمادات کو قوت گویائی عطا کرنے پر قادر ہے۔ جمادات کا یہ کلام کرنا علامات قیامت میں سے ہوگا۔

حضرت نہیک بن صریم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم مشرکین سے لڑائی کرو گے، حتی کہ تم میں سے بچ جانے والے دریائے اردن پر دجال اور اس کے لشکر سے لڑیں گے۔ تم دریا کی مشرقی جانب ہو گے اور وہ مغربی جانب ہوں گے۔''

حضرت نہیک بن صریم کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ اس دن دریائے اردن کہاں واقع ہوگا؟ [1]

اس سے مراد وہ دریا ہے جو مقبوضہ فلسطین اور اردن کو ایک دوسرے سے الگ کرتا ہے۔

عین زغر کے قریب بحیرۂ مردار کا ساحل جس کے مشرق میں اردن اور بائیں طرف فلسطین ہے۔ اس پر آج یہودی قابض ہیں۔ بحیرۂ مردار میں پانی کی سطح مسلسل گر رہی ہے اور لگتا ہے کہ 1470ھ/2050 تک یہ خشک ہو جائے گا۔

1 سلسلة الأحاديث الضعيفة: 3/460، حديث: 1297.

96۔

دریائے فرات سے سونے کا پہاڑ ظاہر ہونا

دریائے فرات ایک مشہور دریا ہے۔ اس میں پانی کی فراوانی ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اپنا رخ بدلے گا اور اس سے سونے کا ایک پہاڑ ظاہر ہوگا۔ لوگ اس سونے کی خاطر لڑیں گے اور ان کی بڑی تعداد اس میں قتل ہو جائے گی۔

نبی کریم ﷺ نے خبردار کیا ہے کہ جو کوئی اس موقع پر حاضر ہو وہ اس مال کو لینے سے محتاط رہے۔ کہیں وہ فتنے میں مبتلا نہ ہو جائے یا اس کی وجہ سے کوئی لڑائی نہ شروع ہو جائے۔
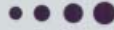
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ، يَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ، فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعُونَ، وَ يَقُولُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ: لَعَلِّي أَكُونُ أَنَا الَّذِي أَنْجُو»

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک فرات سے سونے کا ایک پہاڑ ظاہر نہ ہو جائے۔ لوگ اس سونے کے لیے جنگ کریں گے۔ اس کے نتیجے میں ننانوے فیصد لوگ قتل ہو جائیں گے۔ ان میں ہر شخص کو یہ توقع ہوگی کہ شاید وہی زندہ بچ جائے۔'' [1]

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ''جو اس موقع پر موجود ہو اسے چاہیے کہ وہ اس میں سے کوئی چیز نہ لے۔'' [2]

[1] صحيح مسلم، الفتن، حديث: 2894. [2] صحيح البخاري، الفتن، حديث: 7119، وصحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، حديث: 2894.
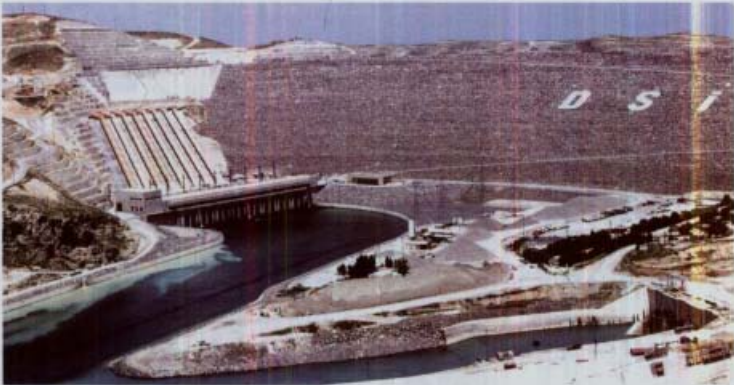
دریائے فرات پر تعمیر کردہ ترکی کا اتاترک ڈیم

دریائے فرات پر تعمیر کردہ شام کا الثورۃ ڈیم

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگ ہمیشہ دنیا کا مال جمع کرنے کے لیے گردنیں پھنساتے رہیں گے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

”قریب ہے کہ دریائے فرات سونے کے ایک پہاڑ کو ظاہر کر دے۔ جب لوگ اس کے بارے میں سنیں گے تو اس کی جانب دوڑ پڑیں گے۔ جو وہاں پہنچ چکے ہوں گے وہ کہیں گے: اگر ہم نے لوگوں کو سونا لینے کی کھلی چھٹی دے دی تو وہ سارے کا سارا لے جائیں گے، پھر وہ اس مال کے حصول کے لیے آپس میں لڑ پڑیں گے۔ اس لڑائی کے نتیجے میں سو میں سے ننانوے انسان قتل ہو جائیں گے۔“ [1]

حدیث میں مذکور لفظ انحسار کے معنی انکشاف کے ہیں اور وہ پہاڑ حقیقی اور اصلی سونے کا ہوگا۔ اس سونے کے ظاہر ہونے کا سبب یہ ہوگا کہ دریا اپنے بہاؤ کا رخ تبدیل کر لے گا۔ اس سے قبل یہ طلائی پہاڑ مٹی سے اٹا ہوا اور غیر معروف ہوگا۔ مگر جب کسی وجہ سے پانی اپنا راستہ بدلے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ظاہر فرما دے گا۔

1 صحیح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، حدیث:2895.
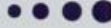
جو کوئی وہاں موجود ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس سونے میں سے کچھ نہ لے تاکہ وہ فتنے اور خونریزی سے بچ سکے۔ یہ فتنہ ابھی ظاہر نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کب واقع ہوگا۔

عہد حاضر میں ترکی اور شام کے ممالک دریائے فرات پر بند تعمیر کر رہے ہیں اور اس کے قریب مختلف فیکٹریاں لگا رہے ہیں۔ اس وجہ سے دریا میں پانی کی قلت واقع ہو رہی ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ سونے کے اس پہاڑ کے ظہور کا پیش خیمہ ہو۔

97۔ آدمی فسق و فجور نہ کرے گا تو اسے عاجز ودرماندہ ہونے کا طعنہ دیا جائے گا

بداخلاقی

جن علامات قیامت کی اللہ کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ فسق و فجور کا ارتکاب کرے یا پھر غیر مہذب عاجز، کمزور اور بنیاد پرست ہونے کا الزام قبول کرلے۔ نبی کریم ﷺ نے ان فتنوں سے خبردار کیا اور لوگوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ عاجز کہلوانا گوارا کرلیں مگر فسق و فجور میں مبتلا ہونے سے انکار کردیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يُخَيَّرُ فِيهِ الرَّجُلُ بَيْنَ الْعَجْزِ وَالْفُجُورِ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ الزَّمَانَ، فَلْيَخْتَرِ الْعَجْزَ عَلَى الْفُجُورِ»

”لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جس میں آدمی کو بدکاری یا عجز ودرماندگی میں سے ایک کے انتخاب کا اختیار دیا جائے گا، جو شخص اس زمانے کو

پائے اسے چاہیے کہ عاجز بن جائے مگر فاسق وفاجر نہ بنے۔" [1]

یہ علامت آج ہمارے زمانے میں ظاہر ہو چکی ہے، مثلاً: اس دور میں جو عورت حجاب کی پابندی کرتی ہے اسے طعنہ دیا جاتا ہے کہ وہ رجعت پسند اور عاجز خاتون ہے۔ جو گندے ٹی وی چینل دیکھنے سے گریز کرے اسے لوگوں کی طرف سے یہ طعنہ سننا پڑتا ہے کہ دیکھیں جی! یہ شخص تو نرا بدھو، رجعت پسند اور ترقی کا مخالف ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کو دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے یا تو وہ بھی انھی کی طرح فسق وفجور اور بدکاری میں شریک ہو جائے اور لوگوں کی طعن وتشنیع سے محفوظ ہو جائے، یا پھر اللہ کو راضی کرنے کے لیے خود پر کمزور اور بنیاد پرست ہونے کا الزام برداشت کرلے مگر گناہ کی زندگی سے دور رہے۔

[1] مسند أحمد:2/278، وسلسلة الأحاديث الضعيفة، حديث:5842

98-

جزیرۃ العرب میں چراگاہوں اور نہروں کا ظہور

جزیرۃ العرب کو دیکھنے والا جانتا ہے کہ اس علاقے کے کل رقبے کا قریباً ستر فیصد بے آباد اور بنجر صحراؤں پر مشتمل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ خبر دی کہ علامات قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ جزیرۃ العرب میں چراگاہوں اور نہروں کا ظہور ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَعُودَ أَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوجًا وَّ أَنْهَارًا، وَ حَتّٰى يَسِيرَ الرَّاكِبُ بَيْنَ الْعِرَاقِ وَ مَكَّةَ لَا يَخَافُ إِلَّا ضَلَالَ الطَّرِيقِ،

وَحَتّٰی یَکْثُرَ الْھَرْجُ. قَالُوا:
وَمَا الْھَرْجُ؟ یَا رَسُولَ اللّٰہِ!
قَالَ: اَلْقَتْلُ»

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک سرزمین عرب چراگاہوں اور نہروں میں تبدیل نہ ہو جائے۔ اور جب تک ایک سوار عراق اور مکہ کے درمیان سفر نہ کر لے جسے راستہ بھول جانے کے سوا کسی نقصان کا خوف نہ ہو۔ اور جب تک ''ہرج'' کی کثرت نہ ہو جائے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! یہ ''ہرج'' کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قتل وخونریزی۔'' [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے ایک روایت اس طرح بھی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ مال کی کثرت نہ ہو جائے۔ مال کی ریل پیل اس قدر ہو جائے گی کہ ایک شخص اپنے مال کی زکاۃ لے کر کسی حاجت مند کو تلاش کرے گا مگر اسے کوئی ایسا شخص نہ مل سکے گا جو اس مال کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو۔ اور جب تک سرزمین عرب چراگاہوں اور نہروں کی زمین نہ بن جائے۔'' [2]

---

[1] مسند أحمد: 370/2. [2] صحیح مسلم، الزکاۃ، حدیث: 157.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ غزوۂ تبوک کے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے سفر پر تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں جمع کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کر کے ادا فرمایا۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو مؤخر کر دیا، پھر نکلے اور مغرب و عشاء کو جمع کر کے ادا کیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں سے فرمایا: ''تم لوگ کل ان شاء اللہ تبوک کے چشمے پر پہنچو گے۔ تم سورج کے بلند ہو جانے کے بعد ہی وہاں پہنچو گے۔ تم میں سے جو بھی وہاں پہنچ جائے اسے چاہیے کہ وہ اس چشمے کے پانی کو میری آمد تک استعمال نہ کرے۔''

موجودہ تبوک

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دو شخص ہم سے پہلے ہی وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ چشمے سے پانی بڑی مشکل سے تھوڑا تھوڑا نکل رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے پوچھا: کیا تم نے یہ پانی استعمال کیا ہے؟ انھوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں پر بہت ناراضی اور خفگی کا اظہار

کیا، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چشمے کا پانی اپنے ہاتھوں سے تھوڑا تھوڑا کر کے جمع کیا حتی کہ وہ کچھ مقدار میں جمع ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی میں اپنے ہاتھ اور چہرہ دھویا اور پھر اس پانی کو واپس چشمے میں ڈال دیا۔ پانی ڈالتے ہی چشمہ پوری قوت سے ابل پڑا اور نہایت کثرت اور تیزی سے بہنے لگا۔ لشکر کے لوگوں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے معاذ! اگر تمھاری عمر نے وفا کی تو تم دیکھو گے کہ یہ سارا علاقہ باغات اور آبادی سے معمور ہو جائے گا۔"[1]

بعض اہل علم نے اشارہ کیا ہے کہ ہوا کا ایک مضبوط دباؤ جزیرۃ العرب کی جانب آہستہ آہستہ پیش قدمی کر رہا ہے جو اپنے ساتھ برف اور بارشوں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ ان چیزوں کے باعث بالعموم پیداوار اور خوشحالی کی کثرت ہو جایا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ صحرائے عرب کو باغات و انہار، سرسبز و شاداب میدانوں اور گھنے سایوں میں تبدیل کر دے۔ یہ علامت ابھی تک ظاہر نہیں

[1] صحیح مسلم، الفضائل، حدیث: 706 قبل الحدیث: 1392.

زیر نظر تصویر میں تبوک کے باغات اور زرعی منصوبے دکھائے گئے ہیں

ہوئی مگر ہر آنے والی چیز قریب ہی تو ہوتی ہے۔

تبوک کے مقام پر نبی کریم ﷺ کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمائے گئے ان الفاظ ''اے معاذ! اگر تمھاری عمر نے وفا کی تو تم دیکھو گے کہ یہ سارا علاقہ باغات سے معمور ہو جائے گا'' کا نتیجہ آج ان بڑی بڑی زرعی سکیموں کی صورت میں ہمارے سامنے ہے جو سرزمین تبوک میں دور دراز علاقوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔

99-100-101

مستقل چمٹنے والے فتنے، خوشحالی و فراوانی کا فتنہ اور تاریک و اندھے فتنے کا ظہور

نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تین فتنے ظاہر نہ ہو جائیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فتنوں کا بہت تفصیل سے ذکر فرمایا:

«حَتّٰى ذَكَرَ فِتْنَةَ الْأَحْلَاسِ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَمَا فِتْنَةُ الْأَحْلَاسِ؟ قَالَ: هِيَ هَرَبٌ وَ حَرْبٌ. ثُمَّ فِتْنَةُ السَّرَّاءِ، دَخَنُهَا مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يَزْعُمُ أَنَّهُ مِنِّي، وَ إِنَّمَا أَوْلِيَائِي الْمُتَّقُونَ، ثُمَّ يَصْطَلِحُ النَّاسُ عَلٰى رَجُلٍ كَوَرِكٍ عَلٰى ضِلَعٍ. ثُمَّ فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ، لَا تَدَعُ أَحَدًا مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا لَطَمَتْهُ لَطْمَةً، فَإِذَا قِيلَ: اِنْقَضَتْ، تَمَادَتْ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَ يُمْسِي كَافِرًا، حَتّٰى يَصِيرَ النَّاسُ إِلٰى فُسْطَاطَيْنِ۔ أَيْ قِسْمَيْنِ۔ فُسْطَاطُ إِيمَانٍ لَا نِفَاقَ فِيهِ، وَ فُسْطَاطُ نِفَاقٍ لَا إِيمَانَ فِيهِ، فَإِذَا كَانَ ذَاكُمْ فَانْتَظِرُوا الدَّجَّالَ

مِنْ يَّوْمِهٖ أَوْ مِنْ غَدِهٖ»

''پھر آپ ﷺ نے ''فتنۂ احلاس'' کا ذکر فرمایا۔ ایک شخص نے سوال کیا: یا رسول اللہ! ''فتنۂ احلاس'' کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ افراتفری اور جنگ وجدل کا فتنہ ہوگا، پھر ایک خوشحالی کا فتنہ ظاہر ہوگا جو ایک ایسے شخص کے قدموں سے اٹھے گا جو میرے اہل بیت سے ہوگا۔ وہ خود کو مجھ سے تعلق رکھنے والا خیال کرے گا مگر درحقیقت اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ میرے دوست تو فقط وہ ہیں جو متقی ہیں۔ پھر لوگ ایک ایسے شخص کی بیعت پر اکٹھے ہو جائیں گے جو کم علم، کم عقل اور کم ہمت ہوگا۔اس کے بعد ایک سیاہ تاریک فتنے اور اندھی مصیبت کا دور شروع ہوگا۔اس فتنے کا اثر اور ضرر میری امت کے ہر شخص تک پہنچے گا اور کوئی بھی اس سے محفوظ نہیں رہے گا۔ جب بھی کہا جائے گا کہ یہ فتنہ ختم ہو گیا ہے تو وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت اختیار کر جائے گا۔آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا۔ لوگ دو قسموں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک ایمان والے جن میں نفاق نہیں ہو گا اور دوسرے نفاق والے جو ایمان سے یکسر خالی ہوں گے۔ جب یہ حالات پیدا ہو جائیں تو اس وقت دجال کا انتظار کرنا، اسی روز آجائے یا اگلے روز ظاہر ہو جائے۔''[1]

[1] سنن أبي داود، الفتن، والملاحم، حديث:4242، وسلسلة الأحاديث الصحيحة: 702/2، حديث:972.

«الأحْلاس» ''حِلس'' کی جمع ہے۔ حلس اس موٹے کالے کپڑے کو کہتے ہیں جو اونٹ کی پیٹھ پر کجاوے کے نیچے ڈالا جاتا ہے۔ یہ کپڑا ہمیشہ اونٹ کی پیٹھ سے چمٹا رہتا ہے۔ اسی طرح یہ فتنہ بھی لوگوں سے چمٹ جائے گا اور ان کی جان نہیں چھوڑے گا۔ یہ فتنہ حلس کی طرح تاریک اور سیاہ بھی ہوگا۔

«هَرَب» ہا اور را پر زبر کے ساتھ ہے، یعنی وہ ایک دوسرے سے بھاگیں گے کیونکہ ان کے درمیان دشمنی اور جنگ ہوگی۔

«حَرْب» کے معنی ہیں کسی شخص کا مال اور اہل و عیال چھین لینا اور اسے اس طرح چھوڑ دینا کہ اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

«ثم فتنة السراء» (پھر خوش حالی کا فتنہ آئے گا)۔ یعنی صحت، خوشحالی اور امن و عافیت کی بہتات ہوگی۔ جس کی وجہ سے بعض لوگ فتنے میں مبتلا ہو کر گناہوں کا ارتکاب کرنے لگیں گے۔

«دَخَنُها» یعنی اس کا ظہور اور جوش۔ اس فتنے کو آپ ﷺ نے آگ سے اٹھنے والے اس دھوئیں سے تشبیہ دی ہے جو آگ میں گیلا ایندھن ڈالنے کی وجہ سے اٹھتا ہے۔ وہ دھواں بہت کثیف اور زیادہ ہوتا ہے۔

«مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي» یعنی وہ شخص، جس کے قدموں سے اس فتنے کی آگ بھڑکے گی، نبی کریم ﷺ کے اہل بیت میں سے ہوگا۔ اس میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص اس فتنے کو ہوا دینے کے لیے بھاگ دوڑ کرے گا اور اس کا اصلی سبب ہوگا وہ میرے اہل بیت میں سے ہوگا۔

«يَزْعُمُ أَنَّهُ مِنِّي» یعنی وہ خود کو میرے نسب سے خیال کرے گا۔ لیکن اپنے برے عمل کی وجہ سے وہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ میں اس کے افعال واعمال سے بیزار ہوں، خواہ وہ نسبی طور پر میرے خاندان سے ہی ہوگا۔ مگر درحقیقت وہ میرے دوستوں میں سے نہیں ہوگا۔ میرے دوست تو صرف وہ ہیں جو پرہیز گاری اور تقویٰ اختیار کرنے والے ہیں، جبکہ یہ شخص تو فتنہ کھڑا کرنے کا باعث بنے گا۔

«وَلَيْسَ مِنِّي» یعنی وہ میرے دوستوں میں سے نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ فتنہ پیدا کرنے کا سبب بنے گا۔ اسی قبیل سے وہ بات بھی ہے جو حضرت نوح علیہ السلام نے کہی تھی:

﴿إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي﴾

”(یا اللہ!) میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے۔“ [1]

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾

”(اے نوح!) وہ تمھارے گھر والوں میں سے نہیں، وہ غیر صالح عمل (والا) ہے۔“ [2]

«ثُمَّ يَصْطَلِحُ النَّاسُ عَلٰى رَجُلٍ» ”پھر لوگ ایک شخص کی بیعت واطاعت پر جمع ہو جائیں گے۔“

«كَوَرِكٍ» ورك ٹانگ کا وہ حصہ جو ران کے اوپر ہوتا ہے، یعنی سرین۔

---

[1] هود 11:45. [2] هود 11:46.

«عَلٰی ضِلَعٍ» اس کی جمع "ضُلوع" اور "اَضلاع" ہے۔ ضلع سینے کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے حالات اس شخص کے ساتھ ٹھیک نہ رہ سکیں گے، جس طرح سرین ایک پسلی کے اوپر قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ پسلی کمزور اور سرین ثقیل ہوتی ہے۔

یعنی لوگ اختلاف اور فساد کے بعد ایک ایسے شخص کی حکمرانی قبول کر لیں گے جو بادشاہی کی نازک اور عظیم ذمہ داری کے لیے قطعاً ناموزوں ہوگا۔ وہ کم علم اور کم عقل ہوگا۔ اس کے ذریعے نظام حکومت قائم نہ رہ سکے گا اور نہ ہی امور و معاملات صحیح رہ سکیں گے۔

«فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ» یعنی سیاہ اور بہت بڑا فتنہ، اندھی مصیبت۔

«إلا لطَمَتْه لَطْمَةً» یعنی لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جسے یہ مصیبت اور بلا نہ پہنچے۔ اللطم کے معنی ہیں چہرے پر تھپڑ مارنا۔ مطلب یہ ہے کہ اس تاریک فتنے کا اثر ہر شخص تک پہنچ جائے گا۔

«فإذا قِيلَ: اِنْقَضَتْ» یعنی جب لوگوں کا یہ خیال ہوگا کہ اب یہ فتنہ ختم ہو گیا ہے۔

«تمَادَتْ» وہ اور زیادہ بڑھ کر پھیل جائے گا۔

«يُصبحُ الرَّجُلُ فيهَا مُؤْمِنًا ويُمْسِي كَافِرًا» یعنی صبح کے وقت وہ اپنے بھائی کے قتل کو حرام سمجھتا ہوگا، اس کی عزت اور مال پر زیادتی کرنے سے پرہیز کرنے والا ہوگا، مگر شام ہوتے ہوتے وہ اپنے بھائی کے قتل کو جائز سمجھنے لگے گا اور اس کی عزت و مال پر حملہ آور ہو جائے گا۔ اس کی تشریح تفصیل کے ساتھ پہلے گزر چکی

ہے۔[1]

«إِلٰى فُسْطَاطَيْنِ» ''فسطاط'' عربی میں خیمے کو کہا جاتا ہے، یعنی اس فتنے میں لوگ دو فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک قول کے مطابق اس کی تشریح یہ بھی ہے کہ لوگ دو شہروں میں تقسیم ہو جائیں گے۔

«فُسطاطُ إیمانٍ لا نِفاقَ فیہ» خالص اور صاف ایمان والا گروہ جس میں منافقت کا شائبہ نہ ہوگا۔

«فُسطاطُ نفاقٍ لا إیمانَ فِیهِ» اس گروہ میں منافقوں جیسے کام، مثلاً: جھوٹ، خیانت اور وعدہ خلافی وغیرہ ہوں گے۔

«فانْتظِرُوا الدَّجالَ» یعنی اس وقت دجال کے ظاہر ہونے کا انتظار کرو۔

یہ فتنے ابھی تک ظاہر نہیں ہوئے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

[1] دیکھیے: علامت نمبر: 51۔

102۔

ایسا زمانہ جس میں ایک سجدہ دنیا اور اس کے تمام خزانوں سے بہتر ہوگا

یہ علامت قرب قیامت حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے زمانے میں ان کے نزول کے بعد ظاہر ہوگی۔ آپ کا زمانہ بہت فضیلت والا ہوگا۔ عبادات بھی فضیلت کی حامل ہوں گی کیونکہ وقت اور مقام کے شرف ومنزلت کے مطابق عبادات کے اجرو ثواب میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَ يَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَ يَضَعَ الْجِزْيَةَ وَ يَفِيضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ، حَتّٰى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيهَا. ثُمَّ يَقُولُ أَبُوهُرَيْرَةَ: اِقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾[1] ''اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قریب ہے کہ تم میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام عادل حکمران بن کر نزول فرمائیں۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیے کو ختم کر دیں گے۔[2] اس وقت مال کی اس قدر کثرت ہوجائے گی کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔ اس زمانے میں ایک سجدہ دنیا اور اس کے تمام خزانوں سے زیادہ قیمتی ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: تم چاہو تو اس آیت کریمہ کی تلاوت کر لو: ''اور کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر

---

[1] النسآء 159:4.

[2] مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کسی کو اسلام کے سوا کسی دوسرے دین پر رہنے ہی نہ دیں گے۔ اسی طرح عیسائیوں کو بھی اجازت نہ دیں گے کہ وہ اپنے دین پر قائم رہیں، خواہ وہ اس کے لیے جزیہ بھی ادا کریں!

گواہ ہوں گے۔‘‘ [1]

آپ ﷺ کے اس فرمان کہ ’’اس زمانے میں کسی مومن شخص کا ایک سجدہ دنیا اور اس کے تمام خزانوں سے زیادہ قیمتی ہوگا‘‘ کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کی نماز اور دیگر تمام عبادات میں رغبت بہت بڑھ جائے گی۔ کیونکہ وہ دنیا سے بے رغبت ہوں گے، ان کی خواہشات کم ہوں گی اور قرب قیامت کا انھیں یقین ہوگا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ اس ایک سجدے کا اجر دنیا ومافیہا کے صدقہ کرنے سے بھی زیادہ ہوگا، اس لیے کہ اس زمانے میں مال کی بہتات ہو جائے گی۔ لوگوں میں حرص اور بخل بہت کم ہوگا۔ لوگ دنیا کے مال کو جہاد میں خرچ کریں گے اور خود اس مال کا لالچ نہیں کریں گے۔ اور سجدے سے مراد یا تو سجدہ ہی ہے یا پھر اس سے مراد نماز ہے۔ واللہ اعلم۔ [2]

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، حديث:3448، و صحيح مسلم، الإيمان، حديث: 155. [2] شرح صحيح مسلم للإمام النووي.

چاند کے مختلف روپ

103۔ پہلی رات کے چاند کا بڑا نظر آنا

«الأہلۃ» ہلال کی جمع ہے اور ہلال مہینے کے آغاز میں پہلی رات کے چاند کو کہتے ہیں۔ یہ چاند قمری مہینے کی پہلی رات میں چھوٹا سا نظر آتا ہے، پھر مہینے کے نصف تک بتدریج بڑھتا رہتا ہے، پھر مہینے کے نصف سے آخر تک بتدریج چھوٹا ہونا

شروع ہو جاتا ہے۔

علامات قیامت میں سے پہلی رات کے چاند کا بڑا نظر آنا بھی ہے۔یعنی چاند ابتدائی رات ہی میں معمول سے بڑا نظر آنے لگے گا۔لوگ پہلی رات کے چاند کو دوسری رات کا چاند خیال کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ انْتِفَاخُ الْأَهِلَّةِ، حَتّٰى يُرَى الْهِلَالُ لِلَيْلَةٍ فَيُقَالُ: هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ»
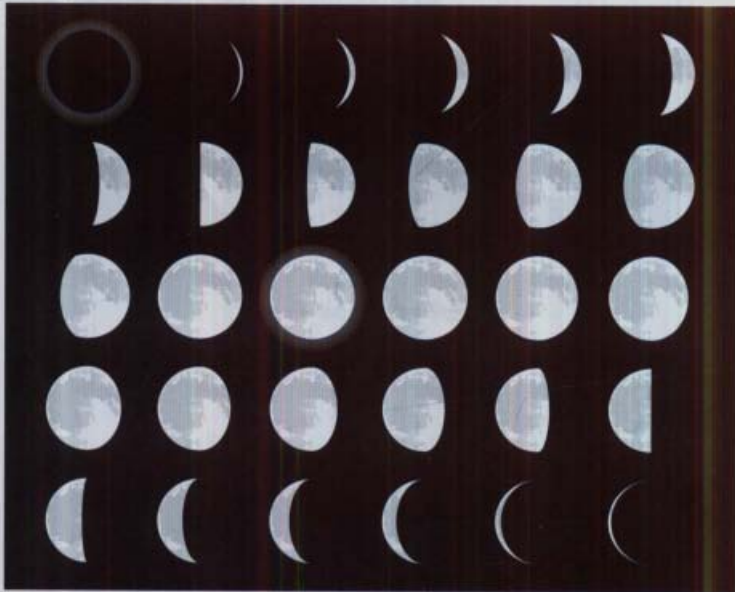
قمری مہینے کے دوران چاند کے مختلف روپ

”قرب قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ چاند معمول سے بڑا نظر آئے گا۔ پہلی رات کا چاند دیکھ کر کہا جائے گا کہ یہ تو دوسری رات کا چاند ہے۔“ [1]

[1] المعجم الأوسط للطبراني:7/441، وسلسلة الأحاديث الصحيحة:5/366، حديث: 2292.

104۔

سب لوگوں کا شام کی طرف ہجرت کر جانا

شام کے نام کا اطلاق آج کے سوریا اور اس کے پڑوسی ممالک لبنان، اردن اور فلسطین پر ہوتا ہے۔ شام سرزمین حشر و نشر ہے۔ اس سرزمین سے بہت سے انبیاء کا ظہور ہوا۔ شام اور اہل شام کی ایک خاص قدر و منزلت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا فَسَدَ أَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيكُمْ، لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ»

''جب شام والوں میں بگاڑ آجائے گا تو تم میں کوئی بھلائی نہ رہے گی۔ میری امت کا ایک گروہ قیامت تک فتح یاب رہے گا، انھیں رسوا کرنے والا انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' [1]

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شام میں رہائش اختیار کرنے کی وصیت فرمائی ہے، اس لیے کہ قیامت کے قریب شام اہل اسلام کا مضبوط گڑھ اور مرکز ہو گا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' فتنے کے دنوں میں مسلمانوں کا مرکز ''غوطہ'' ہو گا جو دمشق نامی شہر کے

[1] جامع الترمذي، الفتن، حديث: 2192، وقال الترمذي: حديث حسن صحيح.

غوطہ (دمشق) کا مقام

ایک جانب ہوگا اور وہ شام کا بہترین شہر ہوگا۔'' [1]

''فسطاط'' اصل میں خیمے کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد مسلمانوں کا مرکز اور ان کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ اہل اسلام اس عظیم معرکے میں، جو مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ہوگا، وہاں جمع ہوں گے۔

'' غوطہ'' ایک شہر کا نام ہے۔ جو آج کل غوطہ دمشق کہلاتا ہے۔ اور ''دمشق'' مشہور ومعروف شہر ہے جو آج کل سوریا (شام) کا دارالحکومت ہے۔

حدیث میں مذکور معرکہ یا تو مہدی کے ظہور سے قبل ہوگا یا مہدی کے زمانے میں ہوگا یا پھر کسی اور زمانے میں۔ نبی کریم ﷺ نے ملک شام میں رہائش اختیار کرنے کی ترغیب اس لیے دلائی ہے کہ یہ سرزمین محشر اور مومنوں کا مرکز ہے۔ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے مشورہ طلب کیا کہ وہ کس علاقے کی طرف ہجرت کرے اور رہائش اختیار کرے تو نبی کریم ﷺ نے شام کی طرف ہجرت کرنے اور وہاں رہنے کا مشورہ دیا۔

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں

---

[1] مسند أحمد: 197/5، و سنن أبي داود، الملاحم، حديث: 4298 وصححه الألباني في صحيح أبي داود.
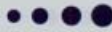
کہ انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے کس جگہ رہنے کا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے شام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہاں۔ [1]

قیامت قائم ہونے سے پہلے مومنوں کی غالب اکثریت وہاں ہجرت کر جائے گی بلکہ ہر مومن وہاں چلا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ہر مومن شام میں چلا جائے گا۔ [2]

[1] جامع الترمذي، الفتن، حديث: 2192، وقال: حديث حسن صحيح، وصححه الحاكم. [2] المصنف لابن أبي شيبة موقوفًا: 217/4، ولا يصح مرفوعًا، وهذا الأثر لا يقال من قبل الرأي فله حكم الرفع، ولا بأس بإسناده موقوفا .

-106-105

مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان ایک عظیم معرکہ اور فتح قسطنطنیہ

مسلمانوں اور رومی عیسائیوں کے تعلقات کی تاریخ حوادث اور واقعات سے بھری پڑی ہے۔ اس میں صلح بھی ہے اور جنگ بھی، زمانۂ امن بھی ہے اور عرصۂ قتال بھی۔ آج کے زمانے میں اہل اسلام اور عیسائیوں کے باہمی تعلقات غیر یقینی ہیں۔ وہ صلح اور جنگ میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ علامات قیامت میں سے مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان ایک بہت بڑی جنگ

وہ پل جو دو براعظموں ایشیا اور یورپ اور استنبول شہر کے دو حصوں کو ملاتا ہے

بھی ہے۔ اور یہ جنگ ظہورِ مہدی سے قبل ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے اس کا نام "اَلْمَلْحَمَةُ الْكُبْرٰى" رکھا ہے۔ مسلمان اس جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد قسطنطنیہ کی طرف پیش قدمی کریں گے اور اسے بھی فتح کرلیں گے اور پھر اس کے بعد دجال ظاہر ہوگا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يَثْرِبَ، وَ خَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ، وَخُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ الْقُسْطُنْطِينِيَّةِ، وَفَتْحُ الْقُسْطُنْطِينِيَّةِ خُرُوجُ الدَّجَّالِ»

’’بیت المقدس کی آبادی دراصل مدینہ کی بربادی ہوگی۔ مدینہ کی بربادی ہوئی تو ایک عظیم معرکہ شروع ہو جائے گا۔ وہ معرکہ شروع ہوا تو قسطنطنیہ فتح ہو جائے گا اور جب قسطنطنیہ فتح ہوجائے گا تو پھر جلد ہی دجال کا خروج ہوگا۔‘‘ [1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

’’تم لوگ رومیوں کے ساتھ صلح کرلو گے، پھر تم اور وہ مل کر اپنے ایک دشمن سے ایک لڑائی کرو گے۔ تم اس جنگ میں فتح یاب ہوگے، مال غنیمت حاصل کرو گے اور صحیح سلامت رہو گے۔ پھر تم میدان جنگ سے واپس آؤ گے، حتی کہ تم اور عیسائی ایک میدان میں پڑاؤ ڈالو گے جس میں ٹیلے بھی ہوں گے۔ [2]

پھر عیسائیوں میں سے ایک شخص صلیب کو بلند کرے گا اور کہے گا کہ صلیب غالب آگئی۔ اس پر ایک مسلمان سیخ پا ہوجائے گا اور آگے بڑھ کر صلیب کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا۔ اس واقعے سے عیسائی بگڑ جائیں گے اور جنگ کے لیے جمع ہو

---

[1] سنن أبي داود، الملاحم، حديث: 4294، وحسنه الألباني في صحيح أبي داود، وقد تفرد به عبد الرحمن بن ثابت عن أبيه عن مكحول.

[2] یعنی ایک بلند جگہ پر ڈیرا جماؤ گے۔ مجھے اہل علم میں سے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جس نے اس جگہ کی تحدید کی ہو۔ بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ یہ جگہ ’’مرج دابق‘‘ ہوگی، جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: (لَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ الرُّومُ بِالْأَعْمَاقِ أَوْ بِدَابِقَ) ’’قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک عیسائی ’’اعماق‘‘ یا ’’دابق‘‘ کے مقام پر نہ جا ٹھہریں۔ (صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، حديث: 2897.)

جائیں گے۔ بعض راویوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس وقت مسلمان بھی جوش میں آجائیں گے اور اپنے ہتھیار سنبھال لیں گے اور ان سے لڑائی کے لیے تیار ہوجائیں گے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اس جماعت کو شہادت سے سرفراز فرمائے گا۔'' [1]

صحیح مسلم میں اس واقعے کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک عیسائی ''اعماق'' یا ''دابق'' کے مقام پر پڑاؤ نہ ڈالیں۔ (یہ مقام شام میں حلب نامی شہر کے قریب واقع ہے، جنگ

[1] سنن أبي داود، الملاحم، حديث: 4292، 4293 بسند صحيح.

کی جگہ یہیں ہوگی) عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مدینہ سے ایک لشکر روانہ ہوگا جو اس زمانے کے بہترین لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مدمقابل صف آرا ہوں گے تو عیسائی کہیں گے: ہمیں ان لوگوں سے لڑائی کر لینے دو جو ہم میں سے گرفتار ہو گئے تھے۔ (عیسائیوں کی اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین پہلے بھی متعدد لڑائیاں ہو چکی ہونگی، جن میں مسلمانوں کو فتح ہوئی تھی اور عیسائیوں کو قیدی بنا لیا گیا تھا، اور وہ قیدی مسلمان ہو گئے تھے اور اب اسلامی لشکر میں شامل ہو کر عیسائیوں سے جہاد کرنے کے لیے آئے ہوئے ہوں گے) مگر مسلمان کہیں گے: نہیں اللہ کی قسم! ہم کبھی اپنے بھائیوں کو تمھارے مقابلے میں اکیلا نہیں چھوڑیں گے، تو عیسائی مسلمانوں سے جنگ کریں گے، جس میں (مسلمانوں کے لشکر کا تیسرا حصہ میدان چھوڑ جائے گا)۔ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کبھی قبول نہیں کرے گا۔ اس لشکر کے ایک تہائی لوگ جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائیں گے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ترین شہداء ہوں گے۔ باقی ایک تہائی لشکر لڑائی میں فتح حاصل کرے گا (لشکر کا آخری تہائی حصہ شہروں کو فتح کر لے گا اور مال غنیمت حاصل کرے گا۔) یہ لوگ کبھی فتنہ میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ یہی لوگ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے۔ اور جب وہ اپنی تلواریں زیتون کے درختوں سے لٹکا کر مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے تو شیطان ان کے درمیان آ کر آواز لگائے گا: لوگو! تمھارے بعد مسیح دجال تمھارے گھروں میں داخل ہو گیا ہے (وہ مسلمانوں پر گھبراہٹ طاری کرنا چاہے گا) لشکرِ اسلام کے فوجی وہاں

سے نکلیں گے (وہ دجال کی طرف چل دیں گے) شیطان کی یہ خبر تو غلط ہو گی، لیکن جب وہ شام میں پہنچیں گے تو واقعی مسیح دجال کا ظہور ہو جائے گا۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رومیوں سے جنگ کے بعد اہل اسلام کو مال غنیمت کی تقسیم کا موقع بھی نہ ملا ہو گا اور وہ دجال سے لڑائی کی تیاری کر رہے ہوں گے، صفیں درست کر رہے ہوں گے کہ نماز کا وقت ہو جائے گا اور اسی وقت حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نزول فرمائیں گے......"[1]

ایک دوسری روایت کے مطابق اس غزوے کی تفصیل

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"قیامت اس وقت قائم ہو گی جب وراثت کی تقسیم روک دی جائے گی اور مال غنیمت لوگوں کے لیے کسی خوشی کا باعث نہ بنے گا۔ پھر آپ ﷺ نے شام کی طرف ہاتھ کا اشارہ کر کے فرمایا: دشمنان اسلام وہاں جنگ کے لیے جمع ہوں گے اور مسلمان بھی ان کا مقابلہ کرنے کے لیے وہاں اکٹھے ہوں گے۔ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس دشمن سے مراد رومی ہیں۔) اس وقت جنگ کی شدت کے باعث بہت سے لوگ میدانِ جنگ سے واپس آجائیں گے اور مسلمان اپنے میں سے بہترین اور باصلاحیت فوجیوں کی ایک جماعت کو موت تک لڑنے کے عزم کے ساتھ آگے بھیجیں گے۔ دونوں لشکر رات تک مسلسل لڑائی جاری رکھیں گے، حتیٰ کہ ان کے درمیان رات حائل ہو جائے گی اور دونوں اپنی اپنی جگہ لوٹ جائیں گے

[1] صحيح مسلم، الفتن، وأشراط الساعة، حديث: 2897.

اور ان میں سے کوئی بھی غالب نہیں ہو گا اور جو لوگ موت کا عزم لے کر آگے بڑھے تھے، وہ سب کے سب شہید ہو جائیں گے۔ اگلے روز مسلمان پھر بہترین اور باصلاحیت فوجیوں کی ایک جماعت کو موت تک لڑنے کے عزم کے ساتھ آگے بھیجیں گے۔ یہ جماعت اس بات کا عہد کرے گی کہ اگر وہ واپس لوٹیں گے تو فتح یاب ہو کر ہی لوٹیں گے یا پھر شہید ہو جائیں گے۔ دونوں لشکر پھر شام ہونے تک مسلسل لڑائی جاری رکھیں گے مگر کسی بھی فریق کو برتری حاصل نہ ہو سکے گی اور دونوں اپنی اپنی جگہ لوٹ جائیں گے۔ جو لوگ موت کا عزم لے کر آگے بڑھیں گے، وہ سب کے سب شہید ہو جائیں گے۔

جب اس جنگ کا چوتھا روز ہو گا تو اہلِ اسلام دشمن پر جلد حملہ کر دیں گے (مختلف مقامات سے مسلمان جمع ہو کر دشمن پر حملہ آور ہوں گے۔) اس روز اللہ تعالیٰ کفار کو شکست فاش سے دوچار کر دے گا اور اہل اسلام ان کو اتنی بڑی تعداد میں

قتل کریں گے کہ اس سے پہلے کبھی اتنی خونریزی نہ دیکھی گئی ہوگی۔ حتی کہ ایک پرندہ ان کے پاس سے گزرے گا تو وہ تھوڑا سا آگے جانے سے قبل ہی مر کر گر جائے گا۔ ایک باپ کی اولاد جن کی تعداد جنگ سے پہلے ایک سو ہوگی، جنگ کے بعد دیکھیں گے کہ ان میں سے صرف ایک بچا ہوگا تو ایسی صورت حال میں مال غنیمت کے حصول سے کون سی خوشی ہوگی اور کن لوگوں میں میراث تقسیم کی جا سکے گی؟ مسلمان ابھی اس حالت ہی میں ہوں گے کہ اس سے بڑی مصیبت کی خبر سنیں گے۔ ایک شخص پکار کر کہے گا: لوگو! دجال تمھارے پیچھے بال بچوں میں گھس آیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنے گھربار کی طرف متوجہ ہوں گے اور فوری طور پر دس سواروں کو حالات کا جائزہ لینے کی غرض سے بھیجیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ان سواروں کے نام، ان کے باپوں کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ تک جانتا ہوں۔ وہ اس زمانے میں روئے زمین کے بہترین گھڑسوار ہوں گے۔''[1]

اس عظیم معرکے کے لیے مسلمانوں کے جمع ہونے کی جگہ اس وقت ''غوطہ'' میں شہر دمشق ہوگا۔ یہ لشکر اس وقت روئے زمین پر بہترین لشکر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انھیں عیسائیوں پر فتح نصیب فرمائے گا۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس عظیم معرکے کے دوران مسلمانوں کا جنگی کیمپ ملک شام کے بہترین شہر

[1] صحیح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، حدیث: 2899، ومسند أحمد: 435/1.

’’دمشق‘‘ کے قریب ’’غوطہ‘‘ کے مقام پر ہوگا۔‘‘ [1]

ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

’’عظیم معرکے کے دوران مسلمانوں کا کیمپ ایک ایسی سرزمین پر ہوگا جسے ’’غوطہ‘‘ کہا جاتا ہے۔ اس میں ایک شہر ہے جس کا نام ’’دمشق‘‘ ہے۔ اس وقت یہ مقام مسلمانوں کے پڑاؤ کے لیے بہترین جگہ ہوگی۔‘‘ [2]

اس کے بعد اہل اسلام قسطنطنیہ کو لڑائی کے بغیر ہی امام مہدی کی زیر قیادت فتح کرلیں گے۔ اس وقت مسلمانوں کا ہتھیار اللہ کی تکبیر اور تحمید ہوگی۔

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’کیا تم نے ایک ایسے شہر کے بارے میں کچھ سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی اور دوسری جانب سمندر ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: جی ہاں! اللہ کے رسول! ہم نے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی، جب تک

---

[1] سنن أبي داود، الملاحم، حديث:4298۔ [2] مسند أحمد:197/5 و سنن أبي داود، السنة، حديث:4640، و المستدرك للحاكم:486/4، واللفظ له وقال: صحيح الإسناد ووافقه الذهبي وأقره المنذري.

بنواسحاق کے ستر ہزار لوگ اس شہر کو فتح نہ کرلیں۔ وہ جب وہاں آئیں گے تو وہاں پڑاؤ ڈالیں گے۔ وہ کسی قسم کا اسلحہ استعمال نہیں کریں گے اور نہ ہی کوئی تیر پھینکیں گے۔ وہ بس اتنا کہیں گے: (لا إله إلا الله والله أكبر) تو اس کے ایک طرف کا علاقہ فتح ہو جائے گا۔ ثور بن یزید کہتے ہیں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ نے یہ فرمایا کہ سمندر والی جانب فتح ہو جائے گی، پھر دوبارہ کہیں گے: (لا إله إلا الله والله أكبر) تو اس کی دوسری جانب فتح ہو جائے گی، پھر تیسری بار کہیں گے: (لا إله إلا الله والله أكبر) تو شہر ان کے لیے کھل جائے گا، وہ اس میں داخل ہو جائیں گے اور غنیمت جمع کریں گے۔ ابھی مال جمع کر ہی رہے ہوں گے کہ کوئی پکار کر کہے گا: لوگو! دجال ظاہر ہو گیا ہے، یہ سنتے ہی وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے۔ [1]

اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ نے قاضی عیاض رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ صحیح مسلم کے تمام نسخوں میں اس لشکر کے "بنواسحاق" سے ہونے کا ذکر ملتا ہے۔

بعض اہل علم نے یہ بھی کہا ہے کہ زیادہ صحیح اور محفوظ "بنواسماعیل" کے الفاظ ہیں اور حدیث کا سیاق وسباق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ یہ جنگیں عرب لڑیں گے اور عرب بنواسماعیل ہیں نہ کہ بنواسحاق اور شہر سے مراد قسطنطنیہ ہے۔

ایک اور چیز جو لشکر اسلام کے عربوں یعنی بنواسماعیل ہونے پر دلالت کرتی ہے،

---

[1] صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، حديث: 2920.

وہ یہ ہے کہ حضرت ذو مخمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ذکر موجود ہے کہ عیسائی اپنے ایک ساتھی سے کہیں گے: ہم عربوں کے مقابلے میں تمھارے ساتھ ہیں۔ مگر بعد میں غداری کریں گے اور معرکے کے لیے جمع ہو جائیں گے۔ ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ یہ عظیم معرکہ عربوں اور عیسائیوں کے درمیان ہوگا۔

اس باب کی دیگر احادیث سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اس عظیم معرکے میں حصہ لیں گے، وہی قسطنطنیہ کو بھی فتح کریں گے۔ اور یہ عرب ہی ہوں گے۔

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ پھر ان کی طرف مسلمانوں کے بہترین لوگ نکلیں گے جو اہل حجاز میں سے ہوں گے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ بنو اسماعیل ہوں گے نہ کہ بنو اسحاق، واللہ اعلم۔ [1]

[1] دیکھیے: إتحاف الجماعة بماجاء في الفتن والملاحم وأشراط الساعة للشيخ حمود التويجري: 401/1.

107-108

وراثت تقسیم نہ ہوگی اور لوگوں کو مال غنیمت سے خوشی نہ ہوگی

یہ دونوں علامتیں آخری زمانے میں اس وقت واقع ہوں گی جب قتل وقتال بہت ہوگا اور مسلمانوں کی عیسائیوں کے ساتھ لڑائیاں شدت اختیار کر جائیں گی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُومُ حَتّٰى لَا يُقْسَمَ مِيرَاثٌ وَ لَا يُفْرَحَ بِغَنِيمَةٍ۔ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا۔ وَ نَحَّاهَا نَحْوَ الشَّامِ»

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ میراث کی تقسیم نہ رک جائے گی اور مال غنیمت کے حصول پر خوشی نہ ہوگی۔'' [1]

اس کی وضاحت سابقہ علامت میں گزر چکی ہے۔

[1] صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، حديث: 2899، و مسند أحمد: 1/435.

109-

لوگوں کا پرانے ہتھیاروں اور سواریوں کی طرف لوٹ آنا

یہ علامت سابقہ سے پہلے والی علامت میں گزر چکی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ سَمِعُوا بِبَأْسٍ هُوَ أَكْبَرُ مِنْ ذٰلِكَ! فَجَاءَهُمُ الصَّرِيخُ: إِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَلَفَهُمْ فِي ذَرَارِيهِمْ، فَيَرْفُضُونَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ، وَ يُقْبِلُونَ، فَيَبْعَثُونَ عَشْرَةَ فَوَارِسَ طَلِيعَةً، قَالَ ﷺ: إِنِّي لَأَعْرِفُ أَسْمَاءَهُمْ وَ أَسْمَاءَ آبَائِهِمْ، وَأَلْوَانَ خُيُولِهِمْ، هُمْ خَيْرُ فَوَارِسَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ»

''مسلمان ابھی اس حالت ہی میں ہوں گے کہ اس سے بڑی مصیبت کی خبر سنیں

گے۔ ایک شخص پکار کر کہے گا: لوگو! دجال تمھارے پیچھے بال بچوں میں گھس آیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنے گھر بار کی طرف متوجہ ہوں گے اور فوری طور پر دس سواروں کو حالات کا جائزہ لینے کی غرض سے بھیجیں گے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: میں ان سواروں کے نام، ان کے باپوں کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ تک جانتا ہوں۔ وہ اس زمانے میں روئے زمین کے بہترین گھڑسوار ہوں گے۔" [1]

[1] صحیح مسلم، الفتن وأشراط الساعۃ، حدیث: 2899.

111-110

بیت المقدس کی آبادی، مدینہ طیبہ کی بربادی اور اس کا باشندوں اور زائرین سے خالی ہو جانا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يَثْرِبَ، وَ خَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ، وَ خُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ الْقُسْطُنْطِينِيَّةِ، وَ فَتْحُ الْقُسْطُنْطِينِيَّةِ خُرُوجُ الدَّجَّالِ. ثُمَّ ضَرَبَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِيَدِهِ عَلٰى فَخِذِ الَّذِي حَدَّثَهُ۔ أَوْ مَنْكِبِهِ۔ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هٰذَا لَحَقٌّ، كَمَا أَنَّكَ قَاعِدٌ هَاهُنَا»

بیت المقدس، یروشلم

''بیت المقدس کی آبادی دراصل مدینہ کی بربادی ہوگی، مدینہ کی بربادی ہوئی تو عظیم معرکہ شروع ہو جائے گا، وہ معرکہ شروع ہوا تو قسطنطنیہ فتح ہو جائے گا اور جب قسطنطنیہ فتح ہوگیا تو پھر جلد ہی دجال ظاہر ہو جائے گا۔'' یہ کہہ کر سیدنا معاذ بن جبل نے اپنا ہاتھ اس شخص کی ران یا کندھے پر مارا جسے حدیث بیان کر رہے تھے اور فرمایا: یہ بات اسی طرح برحق ہے، جس طرح تمھاری یہاں موجودگی اٹل ہے۔ [1]

یثرب سے مراد مدینہ منورہ ہے اور اس کی بربادی سے مراد اس کا اپنے باشندوں اور زائرین سے خالی ہو جانا ہے۔

[1] سنن أبي داود، الملاحم، حديث: 4294.

ایک اور روایت میں ہے:

«اَلْمَلْحَمَةُ الْعُظْمٰى وَ فَتْحُ الْقُسْطُنْطِينِيَّةِ، وَ خُرُوجُ الدَّجَّالِ فِي سَبْعَةِ أَشْهُرٍ»

''عظیم جنگ، فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال، یہ سب کچھ سات ماہ میں ہو جائے گا۔'' [1]

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے جن واقعات کا ذکر فرمایا ہے، وہ ترتیب سے رونما ہوں گے، پہلے بیت المقدس کی آبادی اور عمارتوں کی کثرت سے اس کی وسعت اور لوگوں کا اس شہر میں کثرت سے آباد ہونا، پھر اس کے بعد یثرب (مدینہ طیبہ) کا برباد ہونا، یعنی لوگوں کا مدینہ میں رہائش اختیار کرنے سے گریز کرنا اور مدینہ میں جدید تعمیرات کا سلسلہ رک جانا۔ یہ تمام چیزیں آج مدینہ میں ظاہر ہورہی ہیں۔ لوگ بتدریج وہاں کم ہورہے ہیں اور آبادی میں اضافے کا سلسلہ رک چکا ہے۔ مدینہ کے باشندوں کی ایک بڑی تعداد آہستہ آہستہ وہاں سے دوسرے شہروں کی طرف منتقل ہورہی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَتُتْرَكَنَّ الْمَدِينَةُ عَلٰى أَحْسَنِ مَا كَانَتْ حَتّٰى يَدْخُلَ الْكَلْبُ أَوِ الذِّئْبُ فَيُغَذِّي عَلٰى بَعْضِ سَوَارِي الْمَسْجِدِ أَوْ عَلَى الْمِنْبَرِ. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَلِمَنْ تَكُونُ الثِّمَارُ ذٰلِكَ الزَّمَانَ؟ قَالَ: لِلْعَوَافِي: اَلطَّيْرِ وَالسِّبَاعِ»

[1] جامع الترمذي، الفتن، حديث: 2238، بسند ضعيف.
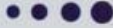
''مدینہ کو عمدہ حالت میں چھوڑ دیا جائے گا حتی کہ نوبت یہ ہو جائے گی کہ ایک کتا یا بھیڑیا مسجد میں داخل ہوگا اور کسی ستون یا منبر پر پیشاب کرے گا۔ صحابہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! یہ فرمائیے کہ اس زمانے میں مدینے کے پھل کس کے کام آئیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پرندے اور درندے ان پھلوں کو کھائیں گے۔'' [1]

بیت المقدس کی آبادی کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آخری زمانے میں خلافت وہاں منتقل ہو جائے گی، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن حوالہ ازدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے، وہ کہتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں روانہ فرمایا تاکہ ہم وہاں سے مالِ غنیمت حاصل کرسکیں لیکن ہم وہاں سے کوئی مال حاصل کیے بغیر ہی لوٹ آئے البتہ تھکن اور مشقت ہمارے چہروں سے عیاں تھی۔ آپ ﷺ ہماری حالت زار دیکھ کر ہمارے درمیان کھڑے ہو گئے اور یہ دعا فرمائی:

اے اللہ! انھیں میرے حوالے نہ فرمانا کہ میں ان کی کفالت نہ کرسکوں اور نہ ہی انھیں ان کے نفسوں کے سپرد فرمانا کہ یہ عاجز ہو جائیں اور نہ انھیں لوگوں کے حوالے کرنا کہ وہ دوسروں کو ان پر ترجیح دیں، پھر آپ ﷺ نے میرے سر پر اپنا دست مبارک رکھا- یا انھوں نے یہ کہا کہ میری کھوپڑی پر اپنا ہاتھ رکھا- اور فرمایا:

اے ابن حوالہ! جب تم یہ دیکھو کہ خلافت ارضِ مقدّس میں منتقل ہو جائے

[1] الموطا للإمام مالك: 392/2، والمستدرك للحاكم: 426/4.

تو اس وقت زلزلے، پریشانیاں اور بڑی مصیبتیں قریب آجائیں گی۔ اس دن قیامت اس سے بھی زیادہ نزدیک ہوگی جتنا یہ میرا ہاتھ تمھارے سر سے قریب ہے۔'' [1]

گزشتہ حدیث میں آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ «وخراب يثرب خروج الملحمة» الملحمة سے مراد وہ عظیم معرکہ ہے جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان برپا ہوگا اور اس میں بے شمار لوگ قتل ہوں گے۔ اسے ملحمہ اسی لیے کہا جائے گا کہ اس میں قتل وخوں ریزی بہت ہوگی۔ اس معرکے کے بعد قسطنطنیہ کی فتح عمل میں آئے گی۔ آج کے زمانے میں یہ استنبول کا شہر ہے جو کہ ترکی کے بڑے شہروں میں سے ایک ہے۔ پھر فتح قسطنطنیہ کے بعد دجال ظاہر ہوگا۔

[1] مسند أحمد: 288/5، وسنن أبي داود، الجهاد، حديث: 2535، وصححه الألباني في صحيح أبي داود.

112۔

مدینہ شریروں کو اس طرح نکال دے گا جس طرح بھٹی لوہے کا زنگ دور کر دیتی ہے

علامات قیامت میں سے جو علامت ابھی بیان کی گئی ہے کہ مدینہ بے آباد اور باشندوں سے خالی ہو جائے گا، یہ علامت اسی کا تکملہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد مدینہ کی آبادی اور رونق میں بے حد اضافہ ہوا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اس کی آبادی اور رونق میں مسلسل اضافہ ہی ہوتا رہا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ لوگ مدینہ میں رہائش کی خواہش سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَدْعُوا الرَّجُلُ ابْنَ عَمِّهِ وَ قَرِيبَهُ: هَلُمَّ إِلَى الرَّخَاءِ! هَلُمَّ إِلَى الرَّخَاءِ! وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ. وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا يَخْرُجُ مِنْهُمْ أَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا إِلَّا أَخْلَفَ اللّٰهُ فِيهَا خَيْرًا مِنْهُ۔ أَلَا ! إِنَّ الْمَدِينَةَ كَالْكِيرِ، تُخْرِجُ الْخَبِيثَ، لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَنْفِيَ الْمَدِينَةُ شِرَارَهَا، كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ»

''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آجائے گا کہ ایک مدینے کا رہنے والا شخص اپنے چچا زاد اور دیگر رشتہ داروں سے کہے گا: (مدینہ کو چھوڑو) خوشحالی کی طرف نکلو، خوشحالی کی طرف آؤ، حالانکہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہوگا، اے کاش! کہ انھیں اس بات کا علم ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ